مثنوی میر حسن باتصویر

مثنوی میر حسن باتصویر

حسب فرمایش محمد خانصاحب تاجر کتب بازار کلان بانس بریلی



بااہتمام قاسم علیخان مالک مطبع قاسمی لکھنؤ محلہ سبحان نگر بار اول

قاسمی پریس لکھنؤ میں چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرون پہلے توحید یزدان رقم | جھکا جسکے سجدے کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین | کہا دوسرا کوئی تجھسا نہین

قلم پھر شہادت کی انگلی اوٹھا | ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
نہین تیرا کوئی نہوگا شریک | تری ذات ہی وحدہ لاشریک

پرستش کے قابل ہی تو اے کریم | کہ ہی ذات تیری غفور رحیم
رہ حمد مین تیرے عز و جل | تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے | قلم جو لکھے اوس سے افزود ہے
سبھونکا وہی دین و ایمان ہے | مرا جان و دل اوسپہ قربان ہے

ترو تازہ ہی اوس سے گلزار خلق | وہ ابر کرم ہے ہوادار خلق
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے | ولے پرورش سب کی منظور ہے

کسی سے برآوے نہ کچھہ کام جان | جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
اگرچہ بیان کیا ہی اور کیا نہین | پر اوس بن تو کوئی کسیکا نہین

ہوی پر نہین اوس سے رفت و گذشت | اوسیکی طرف سبکی ہی بازگشت
رہا کون اور کسکی بات رہی | ہوی اور رہیگی وہی ہی وہی

نہان سب مین او سب مین ہے آشکار | یہ سب اوسکے عالم ہین ہزدہ ہزار
وہی سب مین ہے پس وہ سب سے ہے بیش | ہمیشہ سے ہی اور رہیگا ہمیش

چمن مین ہے وحدت کی یکتا وہ گل | کہ مشتاق ہین جسکے یہ جزو و کل
اوسی سے ہی کعبہ اوسی سے کنشت | اوسیکا ہی دوزخ اوسیکا بہشت

جسے چاہی جنت مین دیوے مقام | جسے چاہی دوزخ مین رکھے مدام
وہ ہے مالک الملک و بنیاد دین | ہی قبضے مین اوسکی زمان و زمین

سدا بے نمود و ولی اوس سے نمود | دل بستگان کا ہی اوس سے کشود
اوسیکی نظر سے ہی ہم سبکی دید | اوسی کے سخن پر ہے گفت و شنید

وہی نور ہی سب طرف جلوہ گر | اوسی کے یہ ذرے ہین شمس و قمر
نہین اوس سے خالی غرض کوئی شے | وہ کچھہ شے نہین پر ہر اک شے مین ہے

نہ گوہر مین ہے وہ نہ ہی سنگ مین | ولیکن چمکتا ہی ہر رنگ مین
وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین | پہ ظاہر کوئی اوس سے باہر نہین

تامل سے کیجئے اگر غور کچھ / تو سب کچھ وہی ہے نہیں اور کچھ
اُسی گل کی ہے بو کہ ہے خوشبو گلاب / کچھ ہو لئے ساتھہ دریا حباب

پر اُس جوش میں آن کو تہا نہیں / سمجھنے کی ہے بات کہتا نہیں
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار / لکھے کس طرح حمد پروردگار

کہ عاجز ہے یان انبیا کی زبان / زبان قلم کو یہ قدرت کہان
اس عہدے سے کوئی نہی نکلا نہیں / سوا عجز در پیش یان کچھہ نہیں

وہ معبود یکتا خدای جہان / کہ جس نے کیا کُن میں کون و مکان
دیا عقل و ادراک اُس نے ہمین / کیا خاک سے پاک اُس نے ہمین

پیمبر کو بہیجا ہمارے لئے / وصی اور امام اُس نے پیدا کئے
جہان کو دہنون لئے دیا انتظام / بُرائی بھلائی سو جہائی تمام

دکہائی انہون نے ہمین راہ راست / کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست
سو وہ کون سی راہ شرع نبیؐ / کہ رستے کو جنت کے سیدہی گئی

نعت حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کون یعنی رسول کریم / نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں امّی لقب / یہ علمِ لدُنّی کھلا دلیہ سب

بغیر از لکہے اور کئے بے رقم / چلے حکم پر اُس کے لوح و قلم
ہوا علم دین اُسکا جو آشکار / گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار

اُٹھا کفر اسلام ظاہر کیا / بتون کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے / بنایا نبوت کا حقدار اُسے

نبوت جو کی حق نے اُسپر تمام / لکہا اشرف الناس خیر الانام
بنایا سمجھہ بوجھکر خوب اُسے / خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کہون اُس کے رتبے کا کیا میں بیان / کھڑی ہو جہان باندھہ صف مرسلان
مسیح اُسکی خرگاہ کا پاردوز / تجلّی طور اُس کی شمع فروز

خلیل اُس کے گلزار کا باغبان / سلیمان سے کئی مُہرہ دار اُسکے وان
خضر اُس کی سرکار کا آبدار / زرہ ساز داؤد سے وان ہزار

محمد کے مانند جگ میں نہین / ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہین
یہ تھی رمز جو اُس کے سایا نتھا / کہ رنگ دوئی وان نہ آیا نتھا

نہ ہونے کو سایہ کا تہا یہ سبب / ہوا صرف کوشش میں کعبے کی سب
وہ قد اس لئے تہا نہ سایہ فگن / کہ تہا گل وہ اک معجزے کا بدن

بنا سایہ اُس کا لطیف اس قدر / نہ آیا لطافت کے باعث نظر
عجب کیا جو اس گل کے سایہ نہو / کہ تہا وہ گل قدرت حق کی بو

خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا / اُسی نور حق کے رہا زیر پا
نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھانو / کسی کا نہ منہ دیکھا دیکھہ اپنی پانو

وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر / قدم اُسکے سایہ کا تھا عرش پر
نہ ہونے کی سایہ کے اک وجہ اور / مجھے خوب سوجھی یہ ہے شرط غور

جہانتک کہ تہی پایۂ اہل نظر / سمجھ کہ یہ نور کحل البصر
سبہون نے لیا پتلیون پر اٹھا / زمین پر نہ سایہ کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہے یہ سبب / وہی سایہ پھرتا ہے آنکھون میں اب
وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہان / اُسی سے یہ روشن تھا سارا جہان

نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا / ملائک کے دلمین سمایا رہا

منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

نہیں ہمسر اُسکا کوئی جز علی
کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام
ہوئی نعمت اُسکے وصی پر تمام

جہاں فیض سے اُنکے ہے کامیاب
نبی آفتاب علی ماہتاب

علی دین و دنیا کا سردار ہے
کہ مختار کے گھر کا مختار ہے

دیار امامت کے گلشن کا گل
بہار ولایت کا باغ سنبل

علی رازدار خدا و نبی
خبردار سرِ خفی و جلی

علی بندۂ خاص درگاہ حق
علی سالک و رہبر راہ حق

علی ولی ابن عم رسول
لقب شاہ مردان و زوج بتول

کہے یوں جو چاہے کوئی غیر سے
یہ نسبت علی کو نہیں غیر سے

خدا النفس پیغمبرش خواندہ است
دگر را فضیلت بکس ماندہ است

بیاں بات کی اب سمائی نہیں
نبی اور علی میں جدائی نہیں

نبی و علی ہیں ز نسبت بہم
دو تا دیکھیے چون زبان قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی
علی کا محب جنتی جنتی

نبی و علی فاطمہ اور حسن
حسین ابن حیدر یہ ہیں پنجتن

ہوئی اُنپہ دو جگ کی خوبی تمام
انہوں پر درود اور انہوں پر سلام

علی سے لگا تا بہ مہدی دین
یہ ہیں ایک نور خدائے برین

انہوں سے ہے قائم امامت کا گھر
کہ بارہ ستون ہیں یہ اثنا عشر

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں
حساب عمل سے یہ بیباک ہیں

ہوا یاں سے ظاہر کمال رسول
کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

تعریف اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم

سلام اُنپہ جو اُسکے اصحاب ہیں
وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں

خدا نے اُنہوں کو کہا مومنین
وہ ہیں زینت آسمان و زمین

خدا اُن سے راضی رسول اُنسے خوش
علی اُن سے راضی بتول اُنسے خوش

ہوئی فرض اُنکی ہمیں دوستی
کہ ہیں دل سے وہ جان نثار نبی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی بحق رسول امین
بحق علی و باصحاب دین

بحق بتول و بآل رسول
کروں عرض جو میں ہو وے قبول

الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں
گناہوں سے نپٹ گرانبار ہوں

مجھے بخشیو میرے پروردگار
کہ تو ہی کریم اور آمرزگار

مری عرض یہ ہے کہ جبتک جیوں
شراب محبت کو تیرے پیوں

سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ
یہی مدعا اور کچھ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم
سوا اس الم کے نہو کچھ الم

رہے سب طرف سے مرے دل کو چین
بحق حسن اور بحق حسین

کسی سے نہ کرنی پڑے التجا
تو کر خود بخود میری حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ

مری آل اولاد کو شاد رکھ
مرے دوستوں کو تو آباد رکھ

میں کہتا ہوں جبکہ تو ہے کریم
سدا رحم کر اُنپہ تو اے رحیم

جیوں آبرو اور حرمت کے ساتھ
رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھ

بر آویں مرے دین و دنیا کے کام
بحق محمد علیہ السلام

تعریف سخن

پلا مجھکو ساقی شراب سخن ۔ کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے ۔ سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند ۔ سخن سے ہی نام نکویان بلند
سخن کی کرین فکر مردان کار ۔ سخن نام اُنکا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام ۔ جنھین چاہئے ساتھہ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہے ۔ زبان قلم سے بڑائی رہے
کہان رستم و گیو افراسیاب ۔ سخن سے رہی بات یہ نقل خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہی ۔ جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے ۔ سخن سنج اسکا خریدار ہے
رہے جبتلک داستان سخن ۔ الٰہی رہین قدردان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر ۔ زمین بوس جسکے ہین شمس و قمر
جہان اُسکے پرتو سے ہی کامیاب ۔ وہ ہی برج اقلیم مین آفتاب
اُسی مہر سے ہی منور یہ ماہ ۔ جہان ہو کے اور ہو جہاندار شاہ
وہ مہر منور یہ ماہ منیر ۔ اور اُسکا یہ نجم سعادت وزیر

تصویر شاہ عالم بادشاہ دہلی



مدح وزیر الممالک جناب نواب آصف الدولہ بہادر کی

فلک رتبہ نواب عالیجناب ۔ کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
وزیر جہان حاکم عدل و داد ۔ سے ہے آبادی ملک جسکی مراد
جہان عمل سے اُسکی آباد ہے ۔ فقیر دل غریبون کا دلشاد ہے
پھرے بھاگتا مور سے فیل مست ۔ زبردست ظالم یہ ہی زیردست

کمان پر کرے مہ اگر بد نظر
تو آدھا ادھر اور آدھا ادھر

وہ انصاف سے جو گذرتا نہین
کسی پر کوئی شخص مرتا نہین

گر آواز سن صید کی کچھ کہے
تو باز آئے چنگ کہ بہری رہے

نہ لے جبتلک شمع پروانگی
پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی

گرا جیا نا اُسکے گر بال و پر
تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

ستم اُسکے ہاتھون سے رویا کرے
سدا فتنۂ دہر سویا کرے

کسی کا اگر مفت لے زلف دل
تو کھایا کرے پیچ وہ متصل

نہو باگھر بکری مین کچھ گفتگو
اگر اُس کا جیتا نہووے لہو

پھر شمع کے گرد گر آکے چور
صبا کھینچ لیجاوے اُسکو بزور

اگر آپ سے اوسپہ آگرے
تو فانوس مین شمع جیتی پھرے

اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے
کسے یاد ہے یہ خداداد ہے

گھرو نمین فراغت سی سوتے ہین سب
پڑے گھر مین جو اپنے رہتی ہین سب

بیان سخاوت کا

وہ ہے باعث امن خرد و کلان
کہ ہے نام سے اُسکی مشتق امان

نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر
دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر

سوا اُسکے ہے اور یہ داستان
کہ ہو جسپہ قربان حاتم کی جان

غریبون کا دم سا نکلنے لگا
تو گل کا بھی پاؤں چلنے لگا

محلہ محلہ کیا حکم یہ
کہ نالی سے اُس غنچہ کی لیوین گرہ

یہ لغزش پڑی ملک مین عام
لیا ہاتھ نے اُسکے گرتونکو تھام

ہوئی ذات پر اُس سخی کی تمام
تکلف ہے آگے سخاوت کا نام

یہ کیا دخل آواز دے جو گدا
چٹک کی کلی کی نہ ہووے صدا

قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی
تو خجالت سے جاوے زمین مین گڑی

بیان سخاوت کرون اب رقم
تو زر ریزہ کاغذ پہ ہووے قلم

سخاوت یہ ادنی سی اک اُسکی ہے
کہ اک دن دوشالے دئے سات لاکھ

ہوئی کم جو اکبار کچھ برشکال
گرانی سی ہونے لگی ایکسال

وزیر الممالک نے تدبیر کر
خدا کی دیا راہ مین مال و زر

یہ چاہا کہ خلقت کٹتی ہے بچے
کئی لاکھ لاکھ ایک دن مین دئے

یہ بندہ نوازی یہ جان پروری
یہ آئین سرداری و سروری

فقیرونکی ہے یان تلک تو بنی
کہ ایک ایک کا دن ہوگیا ہے غنی

نہو اُس کا شامل جو ابر کرم
اثر ابر نیسان سے ہووے عدم

ہر اک کام اُسکے جہان کی مراد
فلاطون طبیعت ارسطو نژاد

جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر
تب اُسکو دیا ہے یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھون گر شجاعت کا اُسکی بیان
قلم ہو مرا رستم داستان

اُسے جس جگہ ہو وے اُسکا نمود
دل آہن اُسکا پہ ہووے کبود

اگر بیحیائی سے کوئی عدو
ملا دیوے اُس تیغ سے مُنہ کبھو

نہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب
کہ برش کی تشدید جوہر ہین سب

غضب ہے وہ ہاتھ اپنا جسپر اٹھائے
اجل کا طمانچہ قسم اُسکی کھائے

چلے تیغ گر اُسکی روز مصاف
نظر آئے دشمن سے میدان صاف

تو ایسی ہی کاٹ کر گرے سر کے بل
کہ سر پہ کھڑی اُسکے روئے اجل

ہوئی ہم قسم اوسکی تیغ اجل
نکل آئے یہ گر پڑے وہ اوگل

لگادے اگر کوہ پر ایک وار — گذر جائے یوں جیسے جل میں تار
غضب سے غضب اوسکی کانپا کرے — تہور سے ہیبت بھی اسکی ڈرے
اور اوسپر یہ ہے حلم و حیا — کہ ہے خلق کا جیسے دریا بہا
جہانتک کہ ہیں علم کسب و کمال — ہر اک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال
سخندان سخن سنج شیرین بیان — وزیر جہان و وحید زمان
سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات — غوامض ہیں سب سہل اوسکی نکات

تصویر نواب آصف الدولہ بہادر



سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں — نکلتی نئی بات دن رات میں
نہ ہو اسکو کیونکر ہوائے شکار — تہور شعاروں کا ہے یہ شعار
شہانہ ضرورت مشقِ شکار — کہ آید پے صید دلہا بکار
ز مہرش دل آہوان سوختہ — بفتراک او چشمہا دوختہ
نہوتا اگر اُسکو عزم شکار — درندون سے بچتا نہ شہر و دیار
یہ انسان پر اُسکا احسان ہے — کہ بیخوف انسان کی جان ہے
رکھا صید بحری پہ جسدم خیال — لیا پشت پر اپنی ماہی نے جال
نہ سمجھو نکلتی ہے دریا مین سے بس — خوشی سے اچھلتی ہے دریا مین بس
پلنگون کا ہے بلکہ چیتا یہی — کمر آ بندھاوے ہماری کوئی
جو کچھ دلمین گینڈے کی آوے خیال — تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال
سدا سیر اور تماشے پہ دل — کشادہ دلی اور خوشی متصل
دلیرونکو بس ہے دلیری سے کام — کہ رہتا ہے شیرونکو شیری سے کام
کھلے بند ہین جتنے صحرا مین صید — ہین نواب کے دام الفت مین قید
شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے — درم ہاتھ مین ہے کہ یا دام ہے
نہ بچتے جہان ہیچ خرد و بزرگ — یہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ
بنائی جہان اُس نے نخچیر گاہ — رہی صید وان آکے شام و پگاہ
مگر اپنا دیتے ہین جی جان کر — کٹا پونیہ گرتے ہین آن آن کر
چرندونکا دل اُسطرف ہی لگا — پرندونکو رہتی ہے اُسکی ہوا
خبر اُسکی سنکر یہ گینڈے اچھلے — کہ ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے
کھڑے ارنے ہوتے ہین سر جوڑ جوڑ — کہ جی کون دیتا ہے بد بد کے ہوڑ

اطاعت کی حلقے سے بہاگے جو فیل
پلک اسکی انکہونکی ہو دور و نیل

سو وہ تو اطاعت مین یکدست ہین
نشے مین محبت کے سب مست ہین

اسی کے لئے گو کہ ہین یہ پہاڑ
قدم اپنی رکہتے ہین سب گاڑ گاڑ

کہ شاید مشرف سواری سے ہون
سرافراز چل کر عماری سے ہون

چلین جبکہ ہودین یہ حیوان کج
تو پہر حق بجانب ہے انسان کج

کسے ہو نہ صحبت کی اسکی ہوس
وے کیا کرین جو نہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہا ملک درگہا
جدا اپنی ہو قدسون سے تیری رہا

نہ کچہہ عقل نے اور تدبیر نے
رکہا مجکو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میری کہوئے ہین ہوش
دیا ہے مدد سے تری مجکو ہوش

سو مین اک کہانی بنا کر نئی
در فکر سے گوندہ لڑیان کئی

لے آیا ہون خدمت مین بہر نیاز
یہ امید ہے پہر کہ ہون سرفراز

مرا عذر تقصیر ہووے قبول
بحق علی و باٰل رسول

رہین شاد آباد کل خیر خواہ
پہرین اپنے گہر از سے دشمن تباہ

رہے جاہ و حشمت ترا مدام
بحق محمد علیہ السلام

آغاز داستان

اب آگے کہانی کی ہے داستان
ذرا سنیئے دل دیکے اسکا بیان

کسی شہر مین تہا کوئی بادشاہ
کہ تہا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

بہت حشمت و جاہ و مال و منال
بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال

کئی بادشہ اسکو دیتے تہے باج
خطا و ختن سے وہ لیتا خراج

کوئی دیکہتا آکے جب اسکی فوج
تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج

طویلے کی اسکے جو ادنی تہے خر
انہین نعلبندی مین ملتا تہا زر

جہانتک کہ سرکش تہے اطراف کے
وہ آتش کے رہتے تہے قدمون لگے

رعیت تہی آسودہ و بی خطر
نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر

عجب شہر تہا اسکا مینو سواد
کہ قدرت خدائی کی آتی تہی یاد

لگے تہی ہر اک جا پہ وان سنگ و خشت
ہر اک کو جا اسکا تہا رشک بہشت

زمین سبز و سیراب عالم تمام
نظر کو طراوت وہان صبح و شام

عمارت تہی گچ کی وہان بیشتر
کہ گذرے صفائی سے جسپر نظر

کہین چاہ منبع کہین حوض و نہر
ہر اک جا پہ آب لطافت کی لہر

کرون اسکی وسعت کا کیا مین بیان
کہ بس اصفہان تہا وہ نصف جہان

ہنر مندوان اہل حرفہ تمام
ہر اک نوع خلقت کا تہا ازدحام

یہ دلچسپ بازار تہا چوک کا
کہ ٹہہرے جہانپر وہین دل لگا

جہانتک کہ رستے تہے بازار کے
کہے تو کہ دستے تہے گلزار کے

وہ پختہ مکانونکی دیوار و در
سپیدی یہ جسپر نہ ٹہرے نظر

صفا پر جو اسکی نظر کر گئے
اسے دیکہکر سنگ مرمر گئے

کہون قلعہ کی اسکی مین کیا شکوہ
گئے دب بلندی کو دیکہہ اسکے کوہ

وہ دولتسرا خانۂ نور تہا
سدا عیش و عشرت سے معمور تہا

ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
نہ دیکہا کسی نے بجز لالہ داغ

سدا عیش و عشرت سدا راگ رنگ
نہ تہا زیست سے اپنے کوئی بہ تنگ

غنی وہ ہوا جو کہ آیا تباہ
عجب شہر تہا وہ عجب بادشاہ

نہ دیکہا کسی نے کوئی وان فقیر
ہوئے اسکی دولت سے گہر گہر امیر

کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و حشم
محل ہو کہ کان اُس کا رشک ارم

سدا ماہرویوں سے صحبت اُسے
سدا جامہ زیبوں سے رغبت اُسے

ہزاروں پری پیکر اُسکے غلام
کمر بستہ خدمت میں حاضر مدام

کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم
مگر ایک اولاد کا تھا الم

اسی بات کا اُسکی تھا دل پہ داغ
نہ رکھتا تھا وہ اپنے دل کا چراغ

دنوں کا عجب اُسکے یہ پھیر تھا
کہ اُس روشنی پر یہ اندھیر تھا

وزیروں کو اک دن وہ اُسنے بلا
جو کچھ دلکا احوال تھا سو کہا

کہ میں کیا کرونگا یہ مال و منال
فقیری کا ہے میرے دل کو خیال

فقیر اب ہوں اور کروں کیا علاج
نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج

جوانی تو میری گئی سر بسر
نمودار پیری ہوئی سر بسر

دریغا کہ عہد جوانی گذشت
جوانی بگو زندگانی گذشت

بہت ملک پر جان کھویا کیا
بہت فکر دنیا میں سویا کیا

زسے ہے بتیزی و بیجا صلی
کہ از فکر دنیا و دین غافلی

وزیروں نے کی عرض کای آفتاب
نہو ذرہ تجکو کبھی اضطراب

فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھ
نہیں خوب جانا اُدھر خالی ہاتھ

کرو سلطنت لیکن اعمال نیک
کہ تا دو جہاں میں رہے حال نیک

جو غافل ہیں وہ سوچ میں تک رہیں
کہ ایسا نہووے کہ پھر سب کہیں

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسمان نیز پرداختی

یہ دُنیا جو ہے مزرع آخرت
فقیری میں ضائع کرو اسکو مت

عبادت سے اِس کشت کو آب دو
کہ واں جا کے خرمن بہی تیار لو

رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات
کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات

مگر ہاں جو اولاد کا ہے یہ غم
سو اسکا تردد بھی کرتے ہیں ہم

عجب کیا کہ ہووے تمہارے خلف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطوا

بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو
نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو

تسلی تو دی شاہ کو اس نمط
ولے اہل تنجیم کو بھیجے خط

نجومی رمال اور برہمن
غرض یاد تھا جنکو اِس سب کا فن

بلا کر اُنھیں شہ کنے لے گئے
جو ہیں و بڑے سب وہ شہ کنے گئے

پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت
دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت

کیا قاعدے سے اٹھ کر سلام
کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام

نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
مرا ہے سوال اُسکا لکھو جواب

نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں
کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں

یہ سُن کر وہ رمال طالع شناس
لگے کھینچنے زایچے بے قیاس

دھری تختی آگے لیا قرعہ ہاتھ
لگا دیکھنے اولاد کا اُسکی ساتھ

جو دیکھیں تو شکلیں کئی بیٹھیں بھلی
کئی شکل سے دل گیا اُن کا کھل

جماعت نے رمال کی عرض کی
کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی

یہ سُن ہم سے ای عالم آرا شفیق
بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق

بیاض اپنی دیکھی جو اس ملک کی
تو ایک ایک نقطہ ہے فرد خوشی

ہوا اس بات پر اجتماع تمام
کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام

زن و زوج کی شکل میں ہے فرح
پیا کر مئے وصل کا تو قدح

نجومی بھی کہنے لگے در جواب
کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب

نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل

ستارون نے طالع کے دیکھے ہین طور — خوشی کا کوئی دن نہین آتا ہے دور
نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر — تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

کیا پنڈتون نے جو اپنا بچار — تو کچھ انگلیون پر کیا پھر شمار
منجم تیرہ شاہ کا دیکھکر — ملا اور برجھیک پر کر نظر

کہا لام جی کی ہی تجھپہ دیا — یہ چندرماں سا بالک تری ہوئیگا
نکلتے ہین اب تو خوشی کے سخن — نہ گہہ ہو خوشی تو نہین ہم نہین

مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب — کہ آیا ہے اب پانچوان آفتاب
نصیبون نے کی آپ کی یاوری — کہ آئی ہے اب پانچوین مشتری

مقرر ہے یہ چاہیے ہے سپہر — کہ دیتی ہے یہ اپنی پوتھی خبر
ولیکن مقدر ہے کچھ اور ہی — کہین اس بھلے مین سے بر طور ہی

یہ لڑکا تو ہوگا ولے کیا کہین — خطر ہے اسے بارہوین برس مین
نہ آئے یہ خورشید بالائے بام — بلند اس سے خطرہ ہے اسکو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس شاہ سے — رہے برج مین یہ مہ چاردہ
کہا سب نے یہ شاہ سے اونکے تئین — کہہ جی کا خطرہ تو اوسکو نہین

کہا جان کی سب طرح خیر ہے — مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے
کوئی اوس پہ عاشق ہو جن و پری — کوئی اوسکی معشوق ہو استری

کچھ ایسا نکلتا ہے پوتھی مین اب — خرابی ہو اوس پر کسیکے سبب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم — کہ دنیا مین توام ہے شادی و غم

کہا شہ نے اس پر نہین اختیار — جو چاہے کرے میرا پروردگار
یہ فرما محل مین برآمد ہوئے — منجم وہان سے برآمد ہوئے

خدا پر زبس اوسکو تھا اعتقاد — لگا مانگنے اپنی حق سے مراد
خدا سے لگا کرنے وہ التجا — لگا آپ مسجد مین کہنے دعا

نکالا مراد اونکا آخر سراغ — لگائی اودھر لو تو پایا چراغ
سحاب کرم نے کیا جو اثر — ہوئی کشت امید کی بارور

ادھر سال مین یہ تماشا سنو — رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو
جو کچھ دلپہ گذرے تھے رنج و تعب — مبدل ہوئے وہ خوشی سے سب

خوشی سے پلا مجھکو ساقی شراب — کوئی دن نہین بجتا ہے چنگ و رباب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بینظیر کی

کرون نغمۂ تہنیت کو شروع — کہ اک نیک اختر کیا ہے طلوع
گئے نو مہینے جب اس پر گذر — ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

عجب صاحب حسن پیدا ہوا — جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
نظر کو نہ ہو حسن پر اوسکی تاب — اوسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر — رکھا نام اوسکا شہ بینظیر
خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا — کئی نذرین گذرانیان اور رکھا

مبارک تجھے ای شہ نیکبخت — کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم — فلک مرتبت اور عطارد رقم

رہے اوسکے اقلیم زیر نگین — غلامی کرین اوسکی خاقان چین
یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز — کئے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز

تجھے فضل کرتے نہین لگتی بار — نہ ہو تجھسے مایوس امیدوار
دوگانہ غرض شکر کا کر ادا — تہیہ کیا شاہ نے جشن کا

وہ نذرین خواصونکی خوش ہو کے لے — اونہین خلعت و زر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہو خانساماں سے تیار ہو
کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
خبر سنکے یہ شاد ہو خاص و عام
بنا ٹھاٹھ نقارخانے کا سب
مہیا کر اسباب عیش و طرب
دیا زہرہ کو پہلے بم سے ملا
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا
بجے شادیانے جو واں ہر گھڑی
ہوئی گرد و پیش آ کے خلقت کھڑی
سر و پیر وہ سر بسر معمول کے
خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے
ٹلکوروں میں نوبت کی شہنا کی دھن
سگھڑ سننے والوں کو کہتی تھی سن
سنی جھانجھ نے جو خوشی کی نوا
تھرکنے لگا تالیوں کو بجا
محل سے لگا تا بدیوان عام
عجب طرح کا اک ہوا ازدحام
دیے شاہ نے شاہزادے کے ناؤں
مشائخ کو اور پیرزادوں کو گاؤں
خواصوں کو خوجوں کو جوڑے دیے
پیادے جو تھے ان کو گھوڑے دیے
کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم
ہوئی آ کے آپس مبارک کی دھوم
جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کی
دہنی دست کی اور آواز کی
لگے بجنے قانون و بین و رباب
بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب
کماچوں کو سارنگیوں کو بنا
خوشی سے ہر اک انکی تربیں ملا
ستاروں کے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک و چست
خوشی کا زبس ہر طرف تھی بساط
لگے ناچنے اوسپہ اہل نشاط
وہ بالے چمکتے ہوئے کانوں میں
پھڑکنا وہ نتھنی کا ہر آن میں
کبھی ان کو پاؤں سے مل ڈالنا
نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
کسیکے چمکتے ہوئے نورتن
کسیکے وہ مکھڑے پہ تھے گی پھبن
وہ گرمی تھی چہروں کی جیسوں آفتاب
جسے دیکھ کر دلکو ہو اضطراب

نقیبوں کو بلوا کے یہ کہہ دیا
کہ نقارخانے میں دو حکم جا
یہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری
غلاف اونپہ بانات پر زر کے تانک
شتابی سے نقاروں کو سینک سانک
کہا زیر نے بم سے سہر شگون
کہ دن دون خوشی کی خبر کیوں نہ دون
بہم مل کے بیٹھے جو شہنا نواز
بنا منہ سے پھر کی لگا اوسپہ ساز
لگی لینے اوپچیں خوشی سے نئی
اڑانا لگا بجنے اور اس گھڑی
ترھی اور قرنای شادی کے دم
لگے بجنے زیر اور کھرج میں بہم
نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
کہ لڑکے کی ہونے کی نوبت ہوئی
چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
وزیروں کو الماس و لعل و گہر
خوشی میں کیا یاں تلک زر نثار
سے اک دنیا تھے بخشی ہزار
لگا کنچنی چونہ پونی تمام
کہاں تک میں لوں ان لکاروں کا نام
جہاں تک کہ تھی گایت اور رہنکار
لگے گانے اور ناچنے ایکبار
لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی
صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
لگا موم تاروں پہ منہ چنگ کے
ملا سر طنبوروں کو مردنگ کے
گئی بائیں کی آسمان پر گمک
اوٹھا گنبد چرخ سارا دھمک
کناری کی جوڑے چمکتے ہوئے
وہ پاؤں کی گھونگرو جھنکتے ہوئے
وہ گٹھنا وہ ٹھہرنا اور انکی تھا
دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا
کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا
وہ دانتوں کی مسی وہ گلبرگ تر
شفق میں عیاں جیسے شام و سحر
چمکنا گلوں کا صفا کے سبب
وہ گردن کی ڈوری قیامت غضب

کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا ادھر
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

دوپٹے کو اُڑانا کبھی منہ کی اوٹ
کریں سب کہیں ہو کے پامال لوٹ پوٹ

ہر اک تان میں اونکو ارمان یہ
کہ دل لیجیے تان کی جان یہ

کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو
برہم جوگ چھیڑے لیے پر بلو

کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے
گھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

کوئی دائرے میں بجا کر پرن
کوئی ودھے میں بتا اپنا فن

غرض اس طرح دلکو لینا اُنھیں
نئی طرز سے داغ دینا اُنھیں

کبھو مار ٹھوکر کریں قتل عام
کبھی ہاتھ اُٹھا لیویں گر تونکو تھام

کہیں ہر بیت اور گیت کا شور و غل
کہیں قول و قلبانہ و نقش و گل

کہیں بھانڈ اور لولیوں کا سمان
کہیں ناچ کشمیریوں کا وہان

مجیرا کہیں پکھاوج گلے ڈال ڈھول
بجاتے تھے اُسجا کھڑی باندہ غول

محل میں جو دیکھا تو اک اژدہام
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام

پری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم
وہاں بھی بڑی عیش و عشرت کی دھوم

چھٹی تک غرض تھی خوشی کی یہ بات
کہ دن عید اور رات تھی شب برات

بڑھا یوں ہی ہر برس میں جون ہلال
محل میں لگا پلنے وہ نونہال

برس گانٹھ جس سال اُسکی ہوئی
دل بستگان کی گرہ کھل گئی

وہ گل جبکہ چوتھے برس میں لگا
بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا

ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم
اُسی طرح سے پھر ہوا وان ہجوم

طوائف وہی اور وہی آگے رنگ
ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ

وہ گل پاؤں آپ جس جا چلا
وہاں آنکھ کو تر گیا سلسلا

لگا پھرنے وہ سرو جب پاؤں پاؤں
کبھی سبزہ زار اور تب اس کے پاؤں

داستان طیاری میں باغ کے

مہ ارغوانی پلا سا قبا
کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ

عمارت کی خوبی و در کی وہ شان
لگے جس میں زربفت کے سائبان

چھتیں اور پردے بندھے زرنگار
در و بام پر کیا درست البتہ بہار

کوئی ڈیوڑھی در پہ لٹکا ہوا
کوئی نہ یہ خوبی سے لٹکا ہوا

رہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر
کہ مکڑی کا بندھا جس میں تار نظر

چقو لگا تماشا تھا آنکھوں کا جال
نگہ کو وہاں سے گزرنا محال

سنہری مغرق چھتیں سائبان
وہ دیوار اور در کی گلکاریاں

دیئے ہر طرف آئینے جو لگا
گیا چوگنا لطف اُس میں سما

وہ مخمل کا فرش اُس کا ستھرا کہ بس
ٹھہر جسکے آگے نہ پائی ہوس

رہیں کھلنے اُسمیں روشن مدام
معطر شب و روز جس سے مشام

چھپرکھٹ مرصع کا دالان میں
چمکتا تھا اسطرح ہر آن میں

زمین پر تھی اس طور اسکی جھمک
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

زمین کا کروں اسکی کیا میں بیان
کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان

بنی سنگ مرمر کی چوپڑ کی نہر
گئی چار سو اُسکے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُسکے سرو سہی
کچھ اک دور دور اس سے سیب و بہی

کہوں کیا میں کیفیت و ار نسبت
لگائے رہیں تاکہ ان کو سبت

ہوا سے بہاری کے گل لہلہے
چمن رہیں شاداب اور رہتے ہرے

زمرد کی مانند سبزی کا رنگ
روش پر جو ہر اک لگا چاہیے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار
گل اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ گل سے چمن ۔ کہین نرگس و گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موتیا ۔ کہین رائے بیل اور کہین موگرا
کھڑے شاخ شبو کے بہر نشان ۔ سمن بان کی دہی آن بان
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار ۔ جدی اپنے موسم مین سبکی بہار
کہین جعفری اور گیندا کہین ۔ سمان شب کو داؤدی لکا کہین
عجب چاندنی مین گلونکی بہار ۔ ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار
کھڑی سرو کی طرح جینیے کی جھاڑ ۔ کہے تو کہ خوشبوئیون کے پہاڑ
کہین زرد نسرین کہین نسترن ۔ عجب رنگ کے زعفرانی چمن



پڑے آب جو ہر طرف کو بہے ۔ کرین قمریان سرو پر چہچہے
گلون کا لب نہر پر جھومنا ۔ اسی اپنے عالم مین منہ چومنا
وہ جھکجھک کے گرنا خیابان پر ۔ نشہ کا سا عالم گلستان پر
لیے ہاتھ مین بیلچے مالنین ۔ چمن کو لگین دیکھنے بھالنین
کہین تخم پاشی کرین گود کر ۔ پنیری جمادین کہین کھود کر
کھڑی شاخ در شاخ باہم نہال ۔ رہین ہاتھ جوبن مست گردنین ڈال
لب جو پہ آئینے مین دیکھ قد ۔ اکڑنا کھڑی سرو کا جد نہ تد
خرامان صبا صحن مین چار سو ۔ دماغون کو دیتی ہر اک گل کی بو
کھڑے نہر پر تانا اور رقص کرے ۔ لئے ساتھ مرغابیون کے پرے
صدا قمریونکی تہون کا وہ شور ۔ درختون پہ لگلے منڈیرونپہ مور
چمن آتش گل سے دہکا ہوا ۔ ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریان کرکے پھول ۔ پڑی ہر طرف مولسریونکی پھول
وہ کیلونکی اور نسترنکی چھاؤ ۔ لگی جائین آنکھیں لئے جھبکا تانو
خوشی سے گلون پر صدا بلبلین ۔ تعشق کی آپس مین باتین کرین
درختون لپٹے برگ آپس کے وہ لی ورق ۔ کرین طوطیان بوستان کا سبق
سمان قمریان دیکھ اس آن کا ۔ پڑھین باب پنجم گلستان کا

دو دا دائیاں اور مغلانیاں
پھریں ہر طرف اوس میں جلوہ کناں

تکلف کی پہنے پھریں سب لباس
رہیں رات دن شاہزادے کے پاس

رنگیلی کوئی اور کوئی سیام روپ
کوئی چت لگن اور کوئی کام روپ

کوئی سیوتی اونہیں سکھ کوئی
کوئی چال لگن اور تن سکہہ کوئی

کہیں لے رہی ہے سنواری کوئی
اری اور سیلی رنگاری کوئی

بجاتی پھرے کوئی اپنی کڑے
کہیں واہ واہ اور کہیں اچھے لڑے

اداسے کوئی بیٹھی حقہ پیے
دم دوستی کوئی بھر بھر جیے

کوئی اپنے طوطی کی لیوے خبر
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر

کوئی آرسی اپنی آگے دھرے
اداسے کہیں بیٹھی کنگھی کرے

ہوا اون گلوں سے وہ بالا سماں
اوسی باغ میں تھا وہ سرو رواں

پلا جب وہ اس نازو نعمت کے ساتھ
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ

معلم اتالیق منشی ادیب
ہر اک فن کا استاد بیٹھے قریب

دیا تھا اوسے حق نے ذہن رسا
کئی سال میں علم سب پڑھ چکا

خبردار حکمت کے مضمون سے
غرض جو پڑھا اوسنے قانون سے

کیے علم لوک زبان حرف حرف
اسی نحو سے اوسنے کی عمر صرف

ہوا جبکہ خوشخط وہ شیریں رقم
بڑھا کر لکھے سات سو تو قلم

عروس المخطوط اور ثلث و رقاع
خفی اور جلی مثل خط شعاع

کیا خط گلزار سے جب فراغ
ہوا صفحہ قطعہ گلزار باغ

کمان کھچے جو ورہے ہوا بے نظیر
لیا کھینچ چلے میں سب فن تیر

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من
کیا اپنی قبضے میں سب اوسکا فن

رکھا بستوں پر جو کچھہ کچھہ خیال
کئے قید سب اوسنے ہاتھوں میں تال

خواصوں کا اور لونڈیوں کا ہجوم
محل کی وہ چہلیں وہ آپس کی دہوم

کنیزان مہرو کی ہر طرف ریل
چنبیلی کوئی اور کوئی رای بیل

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی نورتن اور کوئی ماہتاب

ادہر اور اودہر آتیاں جاتیاں
پھریں اپنے جوبن کو دکھلاتیاں

کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں

دکھاوے کوئی گو گمر و موڑ موڑ
کہیں سوت بوٹی کہیں تار توڑ

کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے
کوئی نہر پر پانوں بیٹھی ہلائے

کسیکو کوئی ڈھول مارے کہیں
کوئی جان کو اپنے وارے کہیں

مقابہ کوئی کھول مسی لگائے
لبوں پہ دھڑی اپنے کوئی جمائے

غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے
سبب واسطے اوسکی آرام کے

ہوئی اوسکی مکتب کی شادی عیاں
ہوا پھر اونہیں شادیوں کا سماں

کیا قاعدے سے شروع کلام
پڑھانے لگے علم اوسکو تمام

معانی و منطق بیان و ادب
پڑھا اوسنے منقول و معقول سب

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
زمین آسمان میں پڑی اوسکی دھوم

عطارد کو آئینگی اوسکی رلیں
ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس

لیا ہاتھ جب خامۂ مشکبار
لکھا نسخ و ریحان خط غبار

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

کروں علم اوسکا کہاں تک عیاں
کہ ہے خوب اب مختصر یہ بیاں

صفائی میں سبقت فارسیکان کیا
گیا جبکہ تو وہ یہ طوفان کیا

ہوئیں سست بازو کی سب سرپیاں
اورائین کئی ہاتھ میں کھائیاں

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
رکھے رنگ سب اوسکی مد نظر

کئی نہین سیکھا یہ کسب تفنگ
کہ حیران ہووے دیکھ اہل فرنگ

سوا ان کمانون کے کتنے کمال
مروت کی خو آدمیت کی چال

رذالون سے نفرت دنی سے نفرت اوسے
سدا قابلون ہی سے صحبت اوسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر
ہر اک فن مین سچ مچ ہوا بے نظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم مین

پلا ساقیا مجھکو اک جام مل
جوانی پہ آیا ہے ایام گل

غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ گل پنج روز است در بوستان

ثمر لے بہلائی کا گر ہو سکے
شتابی سے بوٹے جو کچھ ہو سکے

کہ رنگ چمن پر نہین اعتبار
نہان چرخ مین ہی خزان و بہار

بڑی جب کہ بارہوین سال کی
کھلی گل چھڑی غم کے جنجال کی

کہا شاہ نے بلوا نقیبون کو شام
کہ ہوویں صبح حاضر سبھی خاص و عام

سواری تکلف سے تیار ہو
مہیا کرین جو کہ درکار ہو

کرین شہر کو مثل کے آئینہ بند
سواری کا ہو لطف جس سے دو چند

رعیت کے خوش ہون صغیر و کبیر
کہ نکلے گا کل شہر مین بے نظیر

یہ فرما محل مین گئے بادشاہ
نقیبون نے سن حکم لی اپنی راہ

ہوئی شب لیا اونے جام شراب
گیا سجدۂ شکر مین آفتاب

خوشی مین گئی جلد جو شب گذر
ہوئی سامنے سے نمایان سحر

عجب شب تہی وہ ہوئی جو سحر روسپید
عجب دن تہا مثل روز امید

داستان حمام مین نہانیکی لطافت مین

گیا مژدۂ صبح لے ماہتاب
اوٹھا سورج آنکھون کو ملتا شتاب

کہا شاہ نے اپنی فرزند کو
کہ بابا نہا دہو کے تیار ہو

پلا آتشین آب پیر مغان
کہ بہدے مجھے گرم و سرد جہان

اگر چاہتا ہے مرے دلکا چین
نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین

کدورت مری دلکی دہو ساقیا
ذرا شیشۂ مے کو دہو ہا کے لا

کہ سرگرم حمام ہے بینظیر
گیا ہی نہانیکو بدر منیر

ہوا جبکہ داخل وہ حمام مین
عرق آگیا اوسکے اندام مین

تن نازنین نم ہوا اوسکا کل
کہ جسطرح ڈوبی ہو شبنم مین گل

پرستار باندہی ہوئی لنگیان
مہ و مہر سے طاس لیکر وہان

لگے ملنے اوس گلبدن کا بدن
ہوا اوڈہا آب سے وہ چمن

نہانے مین یون تہی بدن کی دمک
برسنے مین بجلی کی جیسے چمک

لبون پر جو پانی پڑا سر بسر
نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر

ہوا قطرۂ آب یون چشم بوس
کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن
ٹپکنے لگا اوس سے انداز حسن

گیا حوض مین جب شہ بینظیر
پڑا آب مین عکس ماہ منیر

وہ گورا بدن اور بال اوسکے تر
کہے تو کہ ساونکی شام و سحر

نمی سے تہا بالون کا عالم عجب
نہ دیکھی کہی خوب تر اس سے شب

کہون اوسکی خوبی کی کیا تجہسے بات
کہ جیون بہیگتی جائے صحبت مین رات

زمین پر تہا اک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ سا آبریز

زمرد کی لے ہاتہہ مین سنگ پا
گیا خادمون لے جو آہنگ پا

سنہا کہیل کہلا وہ گل نوبہار
لیا کہینچ پانونکو بے اختیار

عجب عالم اوس نازنین پر ہوا
اثر گدگدی کا جبین پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے / ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے
کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی / مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ / اُڑھا کھیس لائے اُسی ہاتھوں ہاتھ
غرض شاہزادہ کو نہلا دھلا / دیا خلعت خسروانہ پنھا
کڑے کنگن اور کلغی اور نورتن / کیا ایک سے ایک نے سب بدن
وہ موتی کی مالے بصد زیب و زین / کہیں جسکو آرام جان دل کا چین
غرض ہو کے اسطرح آراستہ / خراماں ہوا سرو نوخاستہ
زبس تھا سواری کا باہر ہجوم / ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم

دعائیں لگی دینے بے اختیار / کہا خوش رکھے تجکو پروردگار
نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل / چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل
نہا دھو کے نکلا وہ گل اسطرح / کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جسطرح
جواہر سراپا پنھایا اُسے / جواہر کا دریا بنایا اُسے
مرصع کا سرپیچ جوں موج آب / منور بشکل رخ آفتاب
جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور / کہ اک اک عدد اسکا تھا کوہ طور
نکل گھر سے جبدم ہوا وہ سوار / کیے خوان گوہر کے اسپر نثار
برابر برابر کھڑے تھے سوار / ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

تصویر سواری شاہزادہ بینظیر جانب باغ



سنہری روپہلی وہ عماریاں / شب و روز کی سی طرحداریاں
ہزاروں ہی ہر طرف میں پالکی / جھلابورنی سنگھی نالکی
چمکتے ہوئی بادلے کے نشان / کہاروں کی زربفت کی کرتیاں
سواروں کے عطے اور بانوں کی شان / اور انکے وہ سجے بانوں کی ترچھیاں

[illegible] ماہ کو پھر سوار
[illegible] چلے سب سے سب باندھ کر قطار

طرق لے طرق اور پیچھے پرے
کچھ ادھر ادھر کچھ پرے کچھ سرے

وہ فیلوں کی اور میگڈنبر کی شان
جھلکتے وہ مقیش کے سائبان

سواری کے آگے پرے اہتمام
لیے خوب رو سب کے عاصی تمام

اُسی اپنے معمول دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

بڑھے جائیں آگے سو چلتے قدم
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
کہ ہر طرف تھی اک عالم کی دھوم

منڈیرے پہ تھے تا گلی دیوار و در
تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
گذرتی تھی گر کر کے ہر جا نگاہ

یہ خالق کی حسن قدرت کاملہ
تماشے کو نکلی زن حاملہ

وحوش و طیور ان تماشے محل
پری آشیانوں سے ایدھر نکل

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین
ہوئے دیکھ عاشق کہیں مہ جبین

دعا شاہ کو دی کہ بار الٰہ
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

غرض شہر سے باہر اک سمت کو
کوئی باغ تھا شہ کا آئین سے ہو

اسی کثرت فوج سے ہو سوار
پھرا شہر کیطرف وہ شہریار

جہاں تک کہ تھیں خادمان محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

بلائیں لگیں لینے سب ایکبار
کیا جی کو یکدست سب نے نثار

[illegible] شنما
سہانی وہ نوبت کی آوے صدا

[illegible] دیانی تمام
چلے آگے آگے ملے شاد کام

[illegible] جس جس نے تھیں تھان
شہ و شاہزادے کو گذرانیاں

سجے اور سجائی سبھی خاص و عام
لباس زری میں ملبس تمام

مرصع کے ساز ان سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دوچند

چلے پایۂ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ پہنے عجیب

نقیب اور جلودار اور چوبدار
یہ آسمیں کہتے تھے ہر دم پکار

بلالو جو انکو بڑے جائیو
دو جانب سے باگیں لیے آئیو

غرض اسطرح سے سواری چلی
کہے تو کہ باد بہاری چلی

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
دوکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
ہوا یوں کہ لطف وان چار چند

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جوں مرد و زن
ہر اک سطح تھا جوں زمیں میں چمن

لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف
تماشے کو نکلے وضیع و شریف

نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما
سو وہ آشیانے میں تڑپا کیا

نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام
کیا اُسنے جھک جھک کے اسکو سلام

یہ خوش اُنکے منہ سے رہے شہریار
کہ روشن رہے شہر پروردگار

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دو کھلا کے اپنا سپر

سواری کو پہونچا گئی فوج اودھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال
لیا سب نے آ پیشوا حال حال

گیا جب محل میں وہ سرو روان
بندھا ناچ اور راگ کا وان سماں

نظارہ دیکھا او [illegible]
عجب [illegible]

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہ دیکھ [illegible]

[illegible] جو بادشاہ دو جہاں کی
کہ شہزادی [illegible] ہوں

کہا [illegible] اب تو گئے دن نکل
اگر یوں ہی [illegible] تو کیا خلل

پر اتنا ہو [illegible]
ضعیفوں کی [illegible]

[illegible]
[illegible]

لکھا بار اول [illegible]
یہ اس گھر کا قائم [illegible]

کہاتب خواصوں نے حق ہے اسید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں وسبیل

پھریں حکم لے واسطے شاہ کا
بچھونا میں جا کیا ماہ کا

قضارا وہ دن تہا اسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تہا حال کا

سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

پڑی جا پنے اپنی جو سب عیش زیج
نہ سمجھے زمانی کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یوں ہی ہوگا یہ دور
نہ دریافت تھے اس زمانے کے طور

کہ اس بیوفا کی نئی ہی ترنگ
یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

کہ بادۂ عیش در جام ریخت
کہ بر فرق صحبتش صد شام ریخت

نداری تعجب ز نیرنگ دہر
کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر

داستان شاہزادی کے کوٹھے پہ سونے کی اور پری کے اٹھا لیجانے کی

شتابی سے اٹھ ساقی سیمبر
کہ چاروں طرف ماہ ہی جلوہ گر

بلورین گلابی میں دہر کچہ جام
کہ آیا بلندی پہ ماہ تمام

جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ دن
نہ تل سے کہیں چاندنی چار دن

اگرچہ کہ دنیا میں کچہ دیر ہے
تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے

وہ سونے کا جو تہا چھپر اور پلنگ
کہ سیمیں تنوں کو ہو جسپہ امنگ

سراسر لچھے زری بادلے کے
کہ تھی رشک آئینہ صاف کے

کھنچی چادر اک اوس پہ شبنم کی صاف
کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف

کسے اوسپہ کسنے وہ مقیش کے
کہ چھبوں میں جنکے تھے موتی لگے

دھرے اوسپہ تکیے کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم

کہاں تک کوئی انکی خوبی کو پائے
جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے

وہ گل تکیے اوسکی جو تھی رشک ماہ
کہ ہر دم تھی انکی خوبی میں راہ

کبھی نیند میں جبکہ سوتا تھا وہ
تو رخسار رکھ اوسپہ سوتا تھا وہ

چھپائے سے ہو نہ تہا حسن اوسکا ماند
دئے تھی لگا اوس کے مکھڑے کو چاند

ہوئی دونوں کی حسن کی ایک جوت
کہ جیسے ہو دو شمعوں کی ایک جوت

زبس نیند میں تہا جو وہ ہو رہا
بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جو اس آن بے نظیر
رہا پاسباں اوسکا بدر منیر

ہوا اوس کے سونے پہ عاشق جو ماہ
لگا دی ادھر اوسنے اپنی نگاہ

وہ مہ اوسکے کونے کا ہالہ ہوا
غرض وان کا عالم دوبالا ہوا

وہ پھولونکی خوشبو وہ ستھرا پلنگ
جوانی کی نیند اور وہ مو کا رنگ

غرض سب کو وان عالم خواب تھا
مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

بھبھو کا سا دیکھا جو اسکا بدن
جلا آتش عشق سی اسکا تن

جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان
منور ہی سارا زمین آسمان

اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
ولیکن حیا نے کہا اسکو بس

محبت کی آئی جو دل مین ہوا
وہان سے اسے لے اڑی دل ربا

شب مہ مین جو یوان سے اٹھا
چلے ساتھ جس طرح سے بو ش کہا

غرض لے گئی آن کی آن مین
اڑا کر وہ اسکو پرستان مین

جہانتک کہ جو کچھ تھے باری دار
ہوا جو چلی سو گئے ایکبار

قضارا ہوا اک پری کا گذر
پڑی شاہزادی پہ اسکی نظر

ہوئی لاکھ جی سے وہ اسپر نثار
وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اتار

دوپٹے کو اس کے منہ سے اٹھا
دیا گال سے گال اپنا ملا

ہے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ
کہ لے چلئے اسکا امانت پلنگ

ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
ہوا مین ستارہ سا چمکا دو چند

جلے رشک سے اسکی شمع و چراغ
کہ اس کا پہنچا فلک پر دماغ

کبھی خوش ہے دل اور کبھی دردمند
زمانے کی جیسی ہے پست و بلند

تصویر اڑا لیجانے پری کی شاہزادے کو



داستان حالت تباہ کرنے مان باپ کی شاہزادی کے غائب ہونے سے

شتابی مجھے ساقیا دے شراب
کہ یہ حال سنکر ہوا دل کباب

کرون حال ہجران دو دن کا رقم
کہ گذرا جدائی سے کیا انپہ غم

یہان کا تو قصہ مین چھوڑا یہان
ذرا اب سنو غمزدون کا بیان

کھلی آنکھ جو ایک کی ان کہین
تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہین

نہ ہو وہ پلنگ اور نہ وہ ماہ رو
نہ وہ گل ہو اس چمن میں نہ وہ اسکی بو

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

نہ بن آئی کچھ انکو اسکے سوا
کہ کہیے یہ احوال اب شہ سے جا

کلیجہ پکڑ یاں تو بس رہ گئی
کلی کی طرح سے یکبس رہ گئی

کہا شہ نے وان کا مجھے دو پتا
عزیزو جہان سے وہ یوسف گیا

یہی تھی جگہ وہ جہان سے گیا
کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا

عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

اب ایام کثرت جو یکسر ہوئی
تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ

اٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل

گیا جبکہ وہ سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے

صدا اب جو کوئی انہوں کی سنے
تو کوکو سے انکے جگر تک بھنے

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا

اڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوئی بال سنبل کے ماتم کی شب

لگی آگ لالے کے دلکو تمام
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام

گری غم سے انگور مدہوش ہو
پڑے سار سارے سیہ پوش ہو

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
سو آنکھوں کو وہ رکھ گئی ڈبڈبا

مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
غرض وے تری رو کے گڑھے پڑ گئے

کہاں وہ کنوئیں اور کہاں آبشار
کوئی دلمیں روتی کوئی ڈاڑھ مار

رہی دیکھ یہ حال حیران کار
کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار

کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھڑی
رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال
طمانچوں سے ہوں گل کسی سرخ گال

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
گرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر

ہوا گم جو یوسف پڑی جو یہ دھوم
گیا خادمان محل نے ہجوم

گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر
دکھایا کہ سویا تھا وہ سیمبر

مرے نوجوان میں کہاں جاؤں پیر
نظر تو نے مجھ پہ نہ کی بے نظیر

کروں اس قیامت کا کیا میں بیان
ترقی میں ہر دم تھا شور و فغان

شب آدھی وہ جس طرح تلتے کٹی
رہی تھی جو باقی وہ روتے کٹی

سحر نے کیا جب گریبان چاک
اڑانے لگے مل کے سب سر پہ خاک

غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
اڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

ہوئی خشک اور زرد ساری نہال
ثمر آگئے پاؤں ہو کے پامال

تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول
ہوا غم سے از بس لب غنچہ پھول

لب جو سے اڑنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

پڑا ماتم اس باغ میں ایسا سخت
ہوئے نخل ماتم تمامی درخت

لگے تھے جو پتے درختوں کے سات
وہ مل ملکے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

اچھلتے تھے فوارے جو انکی وہ آن
گیا سب نکل انکا تاب و توان

ہوا حال چشموں کا یاں تک تباہ
کیا رخت پانی نے اپنا تباہ

نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قمری
نہ وہ آب جوئیں نہ سبزی ہری

جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ
لگے بولنے واں منڈیروں پہ زاغ

سہانی جو چھائیں تھیں جو دھوپ میں
تو کیا ہو کہ اب جل گئیں آن میں

منقش جہاں تھے وہ رنگیں مکاں
ہوئے سب وہ جوں دیدۂ خونچکاں

گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل
سو وہ سب خزاں سے ہوئے مضمحل

خزاں کا الم دل میں جو آ گڑا
ہر اک برگ گل کی طرح جھڑ پڑا

نہ غنچہ نہ گل نے گلستاں رہا
فقط دل میں اک خار ہجراں رہا

وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ
کہ ہوتی ہے اب اسکی حالت تباہ

کہا گو جدائی گوارا نہیں
ولیکن خدائی سے چارا نہیں

نہیں خوب اتنا تمہیں اضطراب
نصیبوں سے شاید ملے وہ شتاب

خدا جانے اب میں کہاں سب کہ ہے
یہ کہتے ہیں جیتوں کا میلا ہے

خدا کی خدائی تو معمور ہے
غرض اسکے نزدیک کیا دور ہے

انہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
اور اسکی غرض ذات کو ہے قیام

یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر
بہر نوع رہنے لگے یک دگر

لٹایا بہت باپ نے مال و زر
ولیکن نہ پائی کچھ اسکی خبر

داستان پرستان میں لیجانے کی

عجب دیکھیے کھوج اسکا پتا
ذرا خضر کو تو یہی ہو سکا تھا

نہ پائی کہیں ان نے اس گل کی بو
کروں اب پرستان میں جستجو

اوڑی وہ پری اس سے لیکر اسے
اوتارا پرستان کے اندر اسے

وہاں ایک تھا سیر کا اک باغ
کہ جسکے گلوں سے ہو تازہ دماغ

رہا جس محل میں وہ انواع کے
طلسمات کے اس میں انواع کے

طلسمات کے ساری دیوار و در
نہ پاتا کوئی کچھ نہ پاتی سے گھر

مطلا منقش مشبک تمام
یہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اس میں نام

گرے جس جگہ واں لطافت سے بیج
کہ زردی کا جوں زعفران پر ہو بیج

نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
نہ سردی نہ گرمی کا اس میں خطر

ہرے اور بھرے سب گلوں سے مکاں
جہاں چاہیے جا کے رکھ دیں وہاں

درخشندہ ہر سقف دالان کی
ہو دیوار جیسے چراغان کی

زمیں واں کی ساری جواہر نگار
ادھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق
نظر آئے وہ چیز بالائے طاق

جواہر کے قمری درخش و طیور
خراماں پھریں صحن میں دور دور

بچھیں دن کو ساری وہ حیوان ہو
کریں رات کو کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوشے گوشے چراغ
وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہال
گل و غنچہ سب ان کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیال کی
کہیں زنج کی اور کہیں تال کی

رہے وا کہ جھروکوں کا جو در کھلا
تو دنیا کے باجوں کی آئے صدا

وگر بند کر دیجیے ایک بار
تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش
سجاف سلیمانی اوپر زر نقش

طلسمات کے پردے اور چلمنیں
ارادہ یہ دل کے اٹھیں اور گریں

خواصیں پری زاد اس میں تمام
پھریں گرد گرد اس پری کی مدام

سر شہ نگہ مرصع نگار
سراپا بزرگ گوہر آبدار

رکھا شاہزادیکا اُنھین پلنگ
نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
زبس تھا وہ لڑکا تو سہمان بھی کچھ
کہا کون ہے تو یہ کسکا ہی گھر
خدا جانے تو کون مین ہون کہان
یہ گھر گو کہ میرا ہی تیرا نہین
پھرا کر ترا تجھے شہر و دیار
کہان صورت جن کہان شکل انس
کبھی یون بھی ہی گردش روزگار
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس
وہ محلونکی چہلین وہ گھر کا سمان
کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے
سہانے سے دن رات سویا کری
غرض ماہ رو اُس پری کا تھا نام
وہ پریون مین از بسکہ تھی ذی شعور
نئے کہانے اور میوے اقسام کے
نئے سوانگ و ان کے نیا راگ و رنگ
شراب و کباب و بہار و نگار
اُسی غم مین گھل گھلکے مرتا تھا وہ
وہ تھی نازنین بہت ہی عقلمند
تو اک کام کر ایک پہر بھر کہین

کھلا حسن سے اُسکے بنگلو کا رنگ
تعجب سے اک اک کو تکتا رہا
ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ
لے آیا مجھے کون گھر سے ادہر
مجھے بھی تعجب ہے مین ہون کہان
یہ اب گھر یہ تیرا ہی میرا نہین
یہ بندی ہی لائی ہی تقصیر دار
غرض تھر ہی صحبت غیر جنس
کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
رہی وحشیونکی طرح وہ اداس
رہی روبرو دہیان مین نظر ان
کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
نہو جب کوئی تب وہ رو یا کری
پدر سے کیا تہا یہ پوشیدہ کام
نئی چیز لاتی تھی اوسکی حضور
مہیا سب اسباب آرام کے
کہ تا دل لگے اور نہو جی بتنگ
جوانی و مستی و بوس و کنار
سدا شمع سان آہ کرتا تھا وہ
نہ کہانے سی کچھ اسکی ہوتی تھی نہ ب
کیا کر تو اک سیر روی زمین

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی صبح
اچنبھے کا یہ خواب کیا جو وان
سرہانے جو دیکھی وہ چاردہ
پھر اُمنہ کو لے اور اودھر سے نقاب
یہ اب خود تو آیا ہی یہان میرے گھر
تری عشق نے مجھکو شیدا کیا
پری ہون نہین اور یہ پرستان ہے
پری کو بھی تھا دی اُس کو غم
غرض دلکو جون تون لگایا وہان
کبھی اشک آنکھون مین بہر لاوے وہ
وہ شفقت جو مان باپکی یاد آئے
کرے یاد جب اپنے ناز و نعم
غرض اضطراب اوسکو ہر حال مین
کبھی گھر مین رہتی کبھی تھی وہان
عجائب غرائب پرستان کے
نئی کشتیان سبزہ پوشاک کی
شرابون کے شیشے چنے طاق مین
نہ تھا اور کچھ غم تو اُسکو وہان
پری وہ جو تھی دل لگائی ہوئی
کہا ایکدن اُس نے ای بے نظیر
تو گر رک کے کرے اپنی جی کو نہ بند

نہ پائی وہان شہر کی اپنے بو
لگا کہنے یارب مین آیا کہان
کہ ہو اجنبی سی وہ اک رشک مہ
دیا اُس پری نے یہ ہنسکر جواب
لے آئی ہو تجھکو قضا و قدر
ترا غم مرے دلمین پیدا کیا
یہان سب تو مرم بنی جان ہے
یہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
کہا اُس نے جو کچھ کہا اُسکو ہان
کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
تو رلا تو نکو رو رو کے دریا بہائے
فغان نے پر لب وہ کرے دمبدم
کہ جون مرغ تڑپے بنا جال مین
کہ تا راز اُسکو نہووے عیان
دکھاتی تھی ہر شب اُسے اُسکے
خوشا مرد را جان غمناک کی
گزرک وہ کہ نکلے نہ آفاق مین
بغیر از غم دوری دوستان
وہ بیٹھی تھی اُسکو اُڑائی ہوے
مری دام مین تو ہوا ہی اسیر
نہ پوچھے کہین تیری جی کو گزند

[illegible] باپ پاس / اکیلا تو رہتا ہے اس جا اداس
[illegible] کہیں / و یا دل کسی سے لگاتے کہیں
[illegible] / مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول
[illegible] / جو برعکس چاہی تو وون موڑ لو
یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے / ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا / وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا ماہ رخ نے کہ تجھے تیری بخت / کہ بخشا تجھے میں سلیمان کا تخت
زمین سے لگا او تا آسمان / جہان چاہیو جائیو تو وہان

[illegible]ستان گھوڑے کی تعریف مین

[illegible] دن کیا [illegible] کی خوبیاں / پرندوں میں کب ہے یہ محبوبیاں
[illegible] ھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی / نہ ٹاپے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ ہٹ ذرا کلا نہ موتڑوں کا خلل / نہ پیشانی اوپر ستارے کا بل
یہ گھوڑا جو اُس گل کی تھا نخبش کا / فلک سیر تھا نام اُس رخش کا
ہر اک طرف ہی ہو گذرتا تھا وہ / وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ
ذرا کل کو موڑی فلک پر چڑھا / جو کہیئے تو کہیے اُسے بادپا
نہ خشری نہ کمزی نہ شب کور وہ / نہ وہ کھنہ لنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ ساپنی نہ ناگن نہ بھونری کا ڈر / ہر اک عیب سے وہ غرض بے خطر
سر شام وہ بینظیر جہان / اُسی رخش پر ہو کے جلوہ کنان
پہر جبکہ بجتا تو پھرتا شتاب / کہ پھر قہر تھا ماہ رخ کا عتاب

داستان وارد ہونے مین بینظیر کے باغ مین بدر منیر کے

کدھر ہے تو اے ساقی شوخ رنگ / کہ آیا ہے مین بیٹھے بیٹھے ترنگ
مری توسن طبع کو پر لگا / مجھے یا لیے چل فلک پر اُڑا
ہوا ناگہاں اُس کا اک جا گذر / سہانا سا اک باغ آیا نظر
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جابجا / وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ / اُتر اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر / کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اُتر
یہ کہہ نیچے اُترا دبے پاؤن وہ / نظر سے بچاتی ہو چھانون وہ
تھے اک طرف گنجان باہم درخت / کہ لپٹے ہون جسطرح مشتاق سخت
بلا مجھکو دے اور کوئی تیز و تند / کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند
سنو ایکدن کی یہ تم واردات / اُٹھا سیر کو بینظیر ایک رات
سفید ایک دیکھی عمارت بلند / کہ تھی نور مین چاندنی ہو دو چند
وہ تکیہ افلاک او مہ کا ظہور / لگا شام سے صبح تک وقت نور
لگا جھانکنے اُس مکان کے تئین / کہ دیکھون تو یان کوئی ہے یا نہین
کہا جی اتر جو کچھ ہو سو ہو / ذرا چل کے اس سیر کو دیکھ لو
الگ کھول ہاتھون سے دانگی کو آڑ / چلا سایہ سایہ درختون کی آڑ
لگا وان چھپ چھپ کے کرنے نظر / درختون سے جون ماہ ہو جلوہ گر

جو دیکھی تو صحبت عجب ہی وہان
ملی جنس کی اپنی جو اوسکو جو
در و بام یک لخت سا کہیے
زمین کا طبق آسمان کا طبق

عجب چاندنی سے عجب ہے سمان
لگا تکنے حیرت سی ہر ایک مین
ہر اک طاق محراب صبح امید
سنہری رو پہلے ہون جیسے ورق

عجب سو تیلی اور طرفہ محل
نظر آئی وان چاندنی کی بہار
غرق زمین پر تمامی کا فرش
بلوری مصفی ہر طرف رنگ فرش

[illegible]

تصویر عمارت باغ



گئی اوسکی عالم پہ جب دم نگاہ
کہین دیکھیے اوسکے تئین ہوشمند
لپٹے ہوی بادلون سے درخت
لب نہر سیر صفا جو غور کی
مقرض بڑا اسمین منقش جو

اور آئی نظر اسمین اک رشک ماہ
پری کو کیا ہے گا شیشے مین بند
زمین و ہوا صاحب تاج و تخت
تو بڑی تھی وہ اک نہر کی
گر ا ماہ وان رشک سے پڑی ہو

طرح اوسکی ہر دل کی مانوس تھی
ہر اک سمت وان نور کا ازدحام
بلب وہ جو بڑی کی پاکیزہ نہر
بڑی اسمین فوارے چھٹتے ہوے
لیے گود مقیش چھوٹے بڑے

کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی
لگے آئینے قد آدم تمام
بڑی چشمۂ ماہ سے جس مین لہر
ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوے
ہر اک جا ستارے اڑا دین کھڑے

غرض اپنی صورت سے تاروں کو توڑ
زمیں کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

فقط چاندنی میں کہاں طور یہ
کہ طرہ نہ جب تک ملے اور یہ

گل و غنچہ زریں و تاج خروس
زمیں چمن سے جبین عروس

کھڑا ایک نگینہ زر زرنگار
کہ تھے جسکی جھالر پہ موتی نثار

کھنچی ڈوری ہر طرف زرتار کی
لڑی جوں کناروں کی ہو ہار کی

مغرق بچھی مسند اک جگمگی
کہ تھی چاندنی جسکے قدموں لگی

بلوریں صراحی وہ جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشائی نور

چمن سارے دائو دیوں سے بھرے
جوانان شبو کے سر جا پرے

اگر کیجیے سایہ اوپر نگاہ
تو ہے وہ بھی جوں سایہ مہر و ماہ

کروں کون سے حسن کو انتخاب
ہر اک آئینے میں وہی ماہتاب

نکل اپنی وحدت سے کثرت میں آ
وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا

حقیقت کی لیکن عبارت بھی ہے

ہوا میں وہ جگنو سی چمکیں بہم
ملیں جلوۂ سب کو زیر قدم

زمانہ زر افشاں ہوا زر فشاں
زمیں سے لگا تا سما زر فشاں

خراماں زری پوش ہر ماہ وش
کریں دیکھ کر مہر و مہ جنکو غش

جڑاؤ وہ استادی الماس کے
ڈھلے آ آ کے سانچے گر اک راس کے

کہوں کیا میں جھالر کی اسکی پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

نہ پھولے سماتے تھے تکیے دھر
کہ تھے وہ فقط حسن سے ہی بھرے

زمیں نور کی آسماں نور کا
جدھر دیکھو ادھر سماں نور کا

ستاروں کا مہتاب میں حال یوں
کہ جوں کھیلتی میں قطرے پانی کے بلبلیں

کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر
بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

نظر جس طرف جائے نزدیک و دور
اسی ایک مہ کا ہے ہر جا ظہور

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب
وہی ایک نکتہ کہ جسکی کتاب

کہ دیکھے نہ اسکے سوا غیر کو

داستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی سحر کے سامنے ساقیا
مہ چاردہ کو دکھا کر پلا

کروں اس مکاں کے مکیں کا بیاں
کہ ہے بعد خاتم نگیں کا بیاں

برس پندرہ ایک کا سن و سال
نہایت حسین اور صاحب جمال

خواصیں کھڑی ادھر اور ادھر تمام
ستاروں کا جوں ماہ پاس ازدحام

ادھر آسماں پر درخشندہ مہر
ادھر یہ زمیں پر مہ چاردہ

نظر آئے اتنے جو اک بار چاند
زمانے کے منہ کو لگے چار چاند

کروں اسکی پوشاک کا کیا بیاں
فقط ایک پشواز آب رواں

کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور
نظر کام کر جائے نزدیک و دور

وہ مسند جو تھی موج دریائے حسن
وہاں وہ تھی اک مسند آرائے حسن

ویسی ہی تکیہ پہ آن ناز سے
سر تمہر بیٹھی تھی انداز سے

وہ بیٹھی تھی سج دھج بنائے ہوئے
دل اس چاندنی پر لگائے ہوئے

پڑا عکس موتیوں کا جو مسند میں
لگے لوٹنے چاند ہر لہر میں

عجب طرحکا حسن تھا جانفزا
کہ مہ و برد جسکے تھا تنکے سا

زبس موتیوں کی تھی سنجاف گل
کہے تو وہ بیٹھی تھی آتی ہے بلبل

اور اک اوڑھنی جون ہوا یا حباب — کہ جب دیکھے شبنم کو آوے حجاب
گریبان مین تکمہ اک الماس کا — ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
جھلک پائجامی کی اس سے یون — کہ روشن ہو فانوس مین شمع جون
وہ ترکیب بھی چاند سا وہ بدن — وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگان کی نوک — کرین پھول کی اور بالی کی جھوک
لگا دھکدکی بیچ یا است لڑا — سراسر گلے حسن اوسکے پڑا
تلے اوسکے موتی لگے گرد گل — کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گل
جواہر سے بینے کی ہیکل جڑی — کمر اور کولے کے نیچے پڑی
کسیکے کہان ہاتھ وہ پاؤن آئے — جواہر جہان پاؤن ٹک ٹیڑہ کر جائے
سب اعضا بدن کے موافق درست — ہر اک کام مین اپنی چالاک و چست
وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے — وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن — غرض ہر طرح مین انوکھی پھبن
تغافل حیا ناز و غمزہ غرور — ہر اک اپنی موقع پہ وقت غرور
وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن — جھکی شاخ نخل گلستان حسن
دُرِ گوش جب اوسکا تابندہ ہو — صدف کا دل صاف شرمندہ ہو
وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال — اگر اوسپہ بوسہ کا گذرے خیال
وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول — برابر ہوا الماس کے جسکا مول
زبس مثل آئینہ تھا اوسکا تن — کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن
وہ زانو کہ آجائے گر اوسپہ ہاتھ — رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام
بنا ایک کیسی ہی گو چال لائے — کہان پر وہ رفتار کو اوسکی پائے

صباحت صفائی مین جھلکی ہوئی — پڑی ہے سحر کا ندی پہ ڈھلکی ہوئی
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار — بنا باغ اور اسپہ اک بہار
صفائی پہ پوشاک کی دیکھیو — نظر سوچ مین ہے کہ میلی نہ ہو
جڑاؤ وہ بالے کہ بالی کا رشک — وہ موتی کہ ماہ کہ عاشق کا اشک
وہ موتی کا دولڑا وہ موتی کا ہار — سدا اشک غمدیدہ جسپر نثار
جڑاؤ دھکدکی وہ چنپا کلی — رہے جس سے الماس کو بیکلی
جہانگیریون کا کرون کیا بیان — کہ اوٹھتی تھی ہاتھون سے جسکی فغان
فقط موتیون کی پڑی پائزیب — کہ جسکے قدم سے تھی گھر پہ زیب
سراپا اگر ہو زبان میرا تن — سراپا مین اوسکے کرون کیا سخن
جہان راستی چاہئے راستی — کجی جس جگہ چاہئے وان کجی
جو کچھ چاہئے ٹھیک سک انگ انگ — نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین — غرض دلبری اوسکی فرمان مین
تبسم تکلم ترحم ستم — موافق ہر اک عضو کے کرم
نگہ آفت و چشم عین بلا — مژہ دین صفونکو الٹ پڑا
وہ بینی کہ جسکی نہین کچھ نظیر — ہے انگشت قدرت کی سیدھی لکیر
نہین طب یا لبس کا بیان کچھ نہین — بیاض گلو ہے کہ سب انتخاب
وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب — شفق مین ہو جون پنجہ آفتاب
کمر کو کہون کیونکہ مین اوسکی ہیچ — نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
وہ ساق بلورین وہ انداز پا — کھبے ہے ہر سحر چشم دلمین سدا
وہ اٹکھیلیان اور اوسکی وہ چھل بل — کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
الگ چال اوسکی کوئی کیا چلے — یہ انداز سب اوسکے پاؤن تلے

عجب پشت پا اور صفا انگشت پا
یہ قدرت کا دیکھا جو اس نے خیال
جو دیکھے تو ہے اک عجب آن حسین
یہ سن ایک سے ایک وان سب کو
کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
لگی کہنے ہاتھا کوئی اپنا کوٹ
کسی نے کہا دیکھو اسے بوا
یہ آپس مین باتین جو ہونے لگین
کہا مین تو دیکھون یہ کہکر اٹھی
کچھ اک خوف سی ہول کھاتی ہوئی
گئین جب وہ کر کے دل اپنا کرخت
سر کنے کی وان ہے نہ جا گہ نہ ٹھانو
نئی پشت لب سے میانو کی نمود
تمامی کی سنجاف جلوہ کنان
عجب پیچ پر پیچ بیٹھی تھی ول
وہ موتی کا لٹکن مرو کی ہٹر
اک الماس کی ہلتی تھی انگشتری
بدن آئینہ سا دمکتا ہوا
قبا نفے سے ظاہر سراپا شعور
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئین
عجب سیر ہے سیر مہتاب مین

کف پا دکھا وے سر پشت پا
کہا شاہزادہ نے یا ذو الجلال
درختوں کی ہے اوٹ مین یہ حسین
کھلی ہین برگ گل کی طرح غنچہ لب
کسی نے کہا چاند ہے یان چھپا
ستارا پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ
کھڑا ہے کوئی صاف یہ مرد وا
اشاروں سے گھاتین جو ہونے لگین
گیا سنسنا جی تو رہ کر اٹھی
دھڑکتا ہی دل کی ہٹاتی ہوئی
وہان جس جگہ تھی وہ باہم درخت
وہ لے حیرت عشق کی گاڑ پانون
جسے دیکھ بیٹھا ہو حیرت کبود
کہ جون عکس مہ زیر آب روان
کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل
لٹک جسکی زیبندہ دستار پر
سراسر حنا دست و پا مین لگی
گل باغ خوبی لہکتا ہوا
جبین پر برستا شجاعت کا نور
وہ جتنی کہ آئین تھین سب مر گئین
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب مین

مغرق جواہر سے اک جفت کفش
درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہان
یہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا
جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہے کچھ
کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
ہوئی صبح شب کا گیا اوٹھ حجاب
کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے
گئی بات یہ شاہزادے کے گوش
خواصون کے کاندھے پہ رکھ اپنا ہاتھ
گئی حد مین تھین عجب کچھ پڑی ہین
جو دیکھین تو ہے اک عجب آن حسین
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
گلے مین پڑا نیمہ شبنم کا ایک
طرحدار اک سر پہ پھینٹا سجا
جواہر کا تکمہ گلے مین لگا
وہ گورا بدن صاف تر کیسا بار
عیان جسکی وہ جا بجا گات سے
اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل
وہ لے عشق کی تیغ کھائی ہوئے
شتابی سی جا کر کہا انکا حال
کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم

نہ وہ مفت پا مکلبہ یا مفت کفش
کسیکی نظر جا پڑی ناگہان
ہر اک حال سے اسکے ماہر ہوا
درختوں کا روشن سا آنگن ہے کچھ
کسی نے کہا ہے قیامت کا دن
درختوں مین نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے
یہ سنتے ہی جاتا رہا اسکا ہوش
عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ
دعائین وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھین
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبین
مرادون کی راتین جوانی کے دن
بدن سے عیان نور عالم کا ایک
تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا
ستارہ ہو جون صبح کا جگمگا
بھرے ٹھڈے پہ نورتن کی بہار
نمود جوانی ہر اک بات سے
جوانی کی شب کا سمان بر محل
کھڑا دل کسی پہ لگائی ہوے
کہ اے شاہزادی صاحب جمال
جو دیکھو گی آنکھون سے تو جانو گی تم

اٹھا لائے گلگوں کو جلدی نکال
گئی اس جگہ جب وہ بدر منیر
غرض بے نظیر اور بدر منیر
تھی ہمراہ اک اسکی دخت وزیر
شتابی سے لا دو نو چھڑکا گلاب
وہ شہزادہ دلشدہ تو ٹھٹھک
چلی اسکے آگے سے منہ موڑ کر

نہ جانے کہیں ہاتھ سے یہ بہار
اور اس نے جو دیکھا شہ بے نظیر
گری دونوں آپس میں ہو کر اسیر
نہایت حسین اور قیامت شریر
تب آئی تو نینوں پر اسکے تاب
وہیں رہ گیا نقش پا سا جھجک
وہیں نیم بسمل اسے چھوڑ کر

نہیں اور کچھ تم نہ کچھ ہراس
لگے دیکھتی ہی سب آپس میں مل
رہی کچھ نہ تن من کی سدھ بدھ اسے
زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا
وہ اوٹھتے تو اوٹھی یہ حیران ہو
کہ وہ نازنین بھی جھجک منہ چھپا
وہ گدی وہ شانے وہ پشت کمر

چلی آؤ تم ان درختوں کے پاس
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اسی
اسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
گل شبنم آلودہ گریاں سی
کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغر مشکبو
کروں اسکی بالوں کا کیا میں بیان
وہ کنگھی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف
نمایاں اجالی بھی سے جھمک
سنگاروں نہیں وہ سبب ہی گو اتار
گل و سنبل اس سر سے قربان ہے
وہ لے ہاتھ آتا ہی اوسکا کٹن
وہ بیٹھ اسکی شفاف آئینہ سا
بھری تھی ادا سے زبس اسکی مانگ
کشاکش میں تھا دل زبس تو بہ بیچ
کرے سرخ جو کوئی آپس میں بات
کہاں تک کہوں اسکی چوٹی کی بات

کہ ہے مجھکو درپیش تعریف ہو
نہ دیکھا کسی رات میں یہ سماں
کناری کلابتو چمکتا ہو بادلہ
کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک
یہ کہتے ہیں چوٹی کا اسکو سنگار
کہ اسکی لٹک میں عجب آن ہے
کہ ہے فی الحقیقہ وہ کالے کا من
لٹس اور بہ وہ چوٹی کا پٹا دہان
بہت دل لیے اسکی کنگھی نے مانگ
کھلے کو رکھا اس نے ڈھیلا ہی پیچ
کرے خون دل اپنا اسکو معاف
کہ تھوڑا ہی سوانگ اور رہی رات

سر شام سے دیکھا تا تڑکے
وہ زلفیں کہ دل جس میں الجھا رہے
کہوں اسکی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ
وہ باف زر نے کیا ہے غضب
نہ کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
لڑی تھی نہ بس سحر اسکی ساتھ
الٹ کر نہ دیکھے اسے ہوشیار
کہوں اسکی عالم کا کیا ماجرا
دل عاشق اس سر سے قربان ہے
غرض حسن کل اسکے ہے سب بھید
کیا قتل گو اس نے دلکو تو کیا
دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول

کہ مستی میں کیوں رخ آفتاب
اور الجھنے سے جی جسکے سلجھا رہے
کہ جوں آخری شب ہو چھپکے کا رنگ
دیا ہی گرہ دنکو دنبال شب
کہ اک نور ہے اوسکے پیچھے پڑا
شب و روز کو دی رکھا اسی کا تھم
کہ وہ اک ستارہ ہے دنبالہ دار
کہ جوں ہو کوئی دریا پہ کالی گھٹا
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید
شفق کا نہیں کام پر خون بہا
ولیکن یہ ہو عرض میری قبول

بہت موشگافی جو کی ہنسیاں
گھٹا زلف کی جا گرہ تھی درمیاں

اب اس پیچ سے باہر آتا نہیں
سماں ایک تارہ دکھاتا ہوں میں

ادائیں سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

یہ ہے کون کمبخت آیا یہاں
میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپالیا یہ تارا یہیں آفتاب

مجھے یوں چلے تو خوش آتے نہیں
ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

کیا ہے اگر تو نے گھائل اسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اسے

مے عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

کہاں یہ جوانی کہاں یہ بہار
یہ جوبن کا عالم ہے یادگار

سبھی یوں تو دنیا کی ہیں کاروبار
وہ لے حاصل عمر ہے وصل یار

کہاں جاؤ اے ہے سفیہ تو عزیز
اری باؤلی جا میں کر تمیز

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اس گل سے گھر رشک گلزار کر

غضب روز پی مل کے جام شراب
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

میں سمجھی ترا دل گیا ہے ادھر
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پہ دھر

تمہیں نے جو چھڑکا ہے یہ گلاب
بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

بلالائی جا اس جوان کے تئیں
کیا میزبان اس مہمان کے تئیں

پھر اس نازنیں نے پکڑ اس کا ہاتھ
اٹھایا ہی آخر اس گل کے ساتھ

تسلی وہ بیچ پر رہی بیٹھ شال
ہوئی ہمسری فکر محبوب کو وبال

غرض وہ مری جب کھلا ہی بال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

غضب شب یہ ظاہر وہ دل میں جو چاہ
سماں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہ کہتی ہوئی آنکھی آن میں
چھپی جا کے اپنے وہ دالان میں

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر
لگی ہنس کے کہنے کہ بدر منیر

مری طرف تک دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من بھاؤ مڑیا ہلائے

تلک خطا گٹھا زندگانی کا تو
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو

یہ حسن جوانی یہ جوش و خروش
غنیمت ہے اب زود تو ساغر بنوش

سدا عیش دوران دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
کریں یکدگر جلوۂ مہر و مہ

ترے گھر میں آیا ہے مہمان غریب
یہ ہے واردات عجیب و غریب

پلا ساقیا گل اندام کو
لگے ساتھ گردش میں لا جام کو

یہ سن سن کے وہ نازنیں مسکرا
لگی کہنے اچھا بہلا ری بہلا

لگی کہنے بس ہنس ہنس کے وہ ماہ وش
ہوئی تھی اسے دیکھ میں تو بھی غش

یہ آپس میں مزے کی باتیں ہوئیں
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

بلا اک مکان میں اٹھایا اوسے
محل کا سماں سب دکھایا اوسے

داستان ملاقات کرنا بدر منیر کا بے نظیر سے

پلا ساقیا مجھکو صہبائے عیش
ملی ہے نصیبوں سے اب جام عیش

ہر اک برج رشک گلستان ہے آج
بہار وصال عزیزاں ہے آج

ہم ملکے بیٹھے ہیں وہ رشک مہ
قران مہ و مہر ہے اس جگہ

بزور اسکو لاکر بٹھایا جو داں
نہ پوچھو اس گھڑی کی ادا کا بیاں

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جون شبنم آلودہ ہو یاسمن

اونھو نکی رنگ کے بیٹھنے سی خفا
ہوئی دلمین آپ وہ نجم النسا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہو کیا
یہ پیالہ تو اس بت کی منہ سی لگا

مین صدقے تری تجکو میری قسم
کئی ساغر اوسکو پلا دمبدم

کہا بادہ نوشی سی ہو جسکو ذوق
پیے جو پیالہ نہین اس کا شوق

غرض ہو گئے آپسمین راز و نیاز
پیے دو پیالے بصد امتیاز

جب آپسمین چلنے لگے جام مل
شدی غنچہ سان دل کھلی شل گل

کھلا بند حسب دم در گفتگو
جو اپنی حقیقت کہی مو بمو

پری کا بھی احوال ظاہر کیا
چھپے راز سے اسکو ماہر کیا

یہ سن دل ہی دل بیچ کھا پیچ و تاب
دیا شاہزادی نے اسکو جواب

مین اسطرحکا دل لگاتی نہین
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین

بھی شمع سان کیون کوئی اتنا سکے
جلے کس لیے آتش رشک سے

کوئی لاکھ جی سی ہو مجھپر فدا
مین تجھپہ فدا ہون مجھے اس سے کیا

یہ رمز و کنائے جو ہونے لگی
تو آپس مین ہنس ہنس کے رونے لگی

خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر
کہا اب مین جاتا ہون بدر منیر

یہ مت سمجھو ہو بین آرام مین
کرون کیا پھنسا ہون عجب دام مین

کرم مجھپہ کیجو ذرا مہربان
مین دل چھوڑے جاتا ہون اپنا یہان

گیا اپنے معمول سے بے نظیر
ادھر کا ہوا قیدی ادھر اسیر

سمان شب کا آنکھو نمین چھایا ہوا
مزا دل مین سارا سمایا ہوا

نئی بات کا لطف پاتا غضب
وہ پہلے پہل دل لگانا غضب

منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجاتی ہوئی شرم کھائے ہوئے

کھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
رہی شرم سے پای بند حجاب

گلابی کو لا اسکے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اس نے بھرا

ذرا میری خاطر سے منہ لو لگا تو
لب لعل شیرین کو ٹک کھول تو

یہ دیکھ اسکی منت پیالہ اوٹھا
اودھر سے پھر اس منہ کو او مسکرا

کہا شاہزادی نے ہنسکر کے یون
یہ یون کم کسی کی خوشی کیون

پھر آخر کو شہزادہ نے بھی اٹھا
دیا ساغر اس مہ کی منہ سے لگا

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال
لگے ہونی آپس مین قال و مقال

کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب
جتایا سب اپنا حسب اور نسب

کہا اک پری کی ہی رخصت مجھے
زیادہ نہین اس سے فرصت مجھے

مروت پری پردہ تم پر مرے
پس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

عبث تم سے کیون دل لگاوے کوئی
بھلے چنگے دلکو جلاوے کوئی

یہ سن پاؤن پر گر پڑا بے نظیر
کہا کیا کرون آہ بدر منیر

کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر
کسی کے مجھے جی کی ہی کیا خبر

رہی دل ہی دلمین غرض دل کی بات
پھر آگئی اتنی عرصے مین رات

اگر قید سے چھوٹنے پاؤن لگا
تو پھر آ چلے وقت کل آؤنگا

دل اس جا سے اٹھنے کو کرتا نہین
کوئی آپ سے جان مرتا نہین

یہ کہہ اسطرف وہ روانہ ہوا
دل اس طرف اسکا دیوانہ ہوا

پری تہ کاٹی وہ جو تون کی رات
اوٹھا صبح ملتا ہوا اپنی ہات

اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نہو وصل اور دلکو ہو اضطراب

قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب
ملے مجھسے شمع شب افروز کب

محبت مین اس زلف سیہ فام کی / لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
ادھر کا تو احوال تھا اسطرح / کہانی یہ کر مختصر جس طرح
وہ شب اسکو اندوہ و غم مین کٹی / گھڑی جو کٹی سو الم مین کٹی
کچھ امید دل مین کچھ اک یاس / لبون پر ہنسی ایک چہرہ اداس
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار / مجھے حسن کی اپنے دکھلا بہار
کرون کسکی خاطر مین اپنا سنگار / وہ ہے کون جسکو دکھاؤن بہار
نہا دھو کے اس روز ایسی بنی / کہ دولہنکی سیج سچ ہو جیسی بنی
وہ مسی اور اسکی لب لعل فام / سواد دیار بدخشان کی شام
ستم تھا وہ سرمے کی تحریر ہے / کھنچی ہاتھ کافر کے شمشیر ہے
وہ پشواز اک دانگ کی جگمگی / ستارون کی تھی آنکھ جسپر لگی
جو دیکھی وہ انگیا جواہر نگار / فرشتہ ملے ہاتھ بے اختیار
ڈلک سرخ نیفے کی ابھری ہوئی / گلابی سے گرد ایک دی ہوئی
پڑی پانون مین کفش زرین نگار / ستارونکی جسکے زمین پر بہار
گتھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن / وہ پوشاک و زیور کی اسپر پھبن
بھری مانگ موتی سی جلوہ کنان / نمایان شب تیرہ مین کہکشان
ہوس تھی نہ دیکھے اسکی زیور کو پھر / کہے تو کہ ٹیکا تھا سب اسکے سر
وہ ہیرے کا نگینہ بصد آب و تاب / وہ صبح گلو مطلع آفتاب
وہ چھاتی پہ الماس کی دھکدکی / رہے آنکھ سورج کی جسپر جھکی
وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما / تصور رہے جسکا دل سے لگا
وہ پونہچی زمرد کی اور دستبند / نزاکت مین بھی شاخ گل سے دوچند
وہ مہندی کے پانون مین جھلتی تھی گل / کہ آنکھون سے دل انکھاتی تھی گل

وہ دن ہجر کا اسپہ شامت ہوا / اسے کاٹنا دن قیامت ہوا
ذرا اب تو تم ادھر کا بیان / ہوا طرف ثانی کا کیا حال وان
رہی فتور آنکھون مین جو یار کی / ہوئی یاد مین صبح رخسار کی
لگا اسکو باتون مین نجم النسا / لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا
لگی کہنے چل رہی دیوانی نہو / کوئی چیز اپنی بیگانی نہو
غرض شاہزادی بہت ڈر رہتی / یہ شکل اسکو پہلے ہی منظور تھی
وہ مکھڑی کا عالم وہ کنگھی کا رنگ / شب ماہ ہو دیکھکر جسکو دنگ
وہ آنکھون کا عالم وہ کاجل غضب / کہے تو پڑی نرگستان مین شب
لکھوٹا وہ پانون کا مسی کی سار / کہ جون دامن شب شفق کی ہو ہاتھ
اور اک اوڑہنی خالی مقیش کی / پڑی چاندنی سی مہ عنبرین کی
وہ باریک کرتی شال ہوا / عیان ہو بہو جسسے تن کی صفا
مغرق زری کا وہ شلوار بند / ثریا سے تابندگی مین دوچند
لگا پائے وہ نازنین تا بفرق / سراپا جواہر کے دریا مین غرق
وہ چھپ تختی اسکی نزاکت ادا / چمن زار قدرت مین نخل مراد
وہ ماتھے پہ ٹیکی کی اسکی جھلک / سحر چاند تارونکی جیسی چمک
وہ بالی کی تابندگی زیر گوش / جسے دیکھ اڑ جائین بجلی کے ہوش
وہ تکمے پہ چنبا کلی کی پھبن / کہ سورج کے آگے ہو جیسی کرن
وہ موتیکے مالے لٹکتے ہوے / رہین دل جہان سر ٹپکتے ہوے
وہ بھج بند بازو کا اور نورتن / کہ جون گل سے ہو شاخ زیب چمن
وہ لعلونکی پازیب آویزہ دار / سدا اشک خونین ہو جسپر نثار
وہ بانونکی بو رشک مشک ختن / وہ ڈوبا ہوا عطر مین اسکا تن

زمیں سے معطر ہوا تا فلک — زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک
کیا اسطرح سے جب اُس نے سنگار — ہوئے عطر و مے اُس کے منہ پر نثار

فلک تک گئی جس کی اُسکی دھوم — لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم
خواصوں نے گھر کو دیا انتظام — تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف — مرصع کا او سپر اوڑھا کر غلاف
وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں — نہ اگلیں سوا اکر چنے طاق میں

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف — کہ لے جاوے بو اُنکی گل تر بکف
دھرے گلدستے خاص ایوان میں — ہوا ہو گئی عطر دالان میں

دھری کیاریاں آ طرف بہشت آ — چنی اُس طرف ڈالیوں کی قطار
اچار اور مربے دھرے خوش نما — وہ باہر کے دالان میں جا بجا

چھپر کھٹ کے پاس اک مسند بچھا — اور اُس پر تمامی کے تکیے لگا
چنگیریں بنا اور رکھ پاندان — قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان

کئی عطر دان مرصع دھرے — انوکھی گڑھت کے کئی جو کھرے
سرھانے مجلد دھری اک کتاب — ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور تنک چین — پڑا از شعر سودا و میر حسن
قلمدان بھی اک نزاکت بھرا — قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھر اک طرف گنجفہ خوش قماش — دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش
کبھی ایک چوکی پہ تورہ پوش — کہ دیں دیکھکر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب — دھرا شیشہ ساقی نے کر انتخاب
دے اُسکو رکھا چھپائے ہوئے — کہ چھوٹے نہیں منہ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پز کو خبر دار کر — کہ رکھیو تو خاصے کو طیار کر
یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ — خراماں ہوا سرو نو خاستہ

سر شام لے ہاتھ میں اک چھڑی — و لیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی
روش پر لگی پھرنے ادھر ادھر — کہ چھپ جاوے سورج اُسے دیکھکر

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

پلا مجھکو ساقی شراب وصال — کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال
تڑپتا اُدھر تھا جو وہ بے نظیر — ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر

پر اُس نے بھی اتنا تکلف کیا — کہ اک دن میں جوڑے کو دونی رنگا
تمامی کی سنجاف سی کر درست — بنا جلد جلد اور پہن تنگ و چست

پہن لعل و یاقوت کے نورتن — وہ گل اسطرح ہو کہ رشک چمن
فلک سیر پر ہو شتابی سوار — ہوا آسمان پر ہوا ایک بار

یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ — کہ جس جا خراماں تھی وہ رشک مہ
نظر نازنین کی جو اُس پر پڑی — ہوئی جادو ختونکی او جھل کھڑی

کیا چھپکے عالم پہ اُسکے جو دھیان — تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
کہ دلہن ہو جوں جوڑا گلے میں پڑا — چھپا سبزی میں چاند سا وہ کھڑا

کہے تو کہ غضب چاند کی آن کے — نکلا ہی منہ کھیت سے دھان کے
وہ حسن اور وہ پوشاک اور وہ شباب — زمرد میں جوں جلوہ آفتاب

سماں دیکھیو اُس شعلۂ حسن کا
ہوئی اور جلنے کی دونی ہوا

کہ اب کس طرف ان کو لیجائیے
جہاں حکم ہو جا کے بہلائیے

کہے کی بموجب اُٹھا کر نقاب
چھپا اُسکو واں لا بٹھالا شتاب

اُسے دیکھ اُس نے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور سے عش عش کیا

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے
محبت کی رشتے سے اینچا اُسے

تڑپتا ہی کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

ہوا پھر تو صہبائے گلگوں کا دور
ہوئے اور ہی کچھ وہ ان کے طور

کہ دستے جو نرگس کے تھے واں ہزار
لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے وہ کواڑ

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

غم و درد دامن کشیدہ ہوئے
وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوئے

چھپر کھٹ سے باہر رکھا اپنے قدم
نکل آئے پھر تو محبت کا دم

عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبین
لگے آنکھ نیچی ادھر نازنین

سحر کے وہ بجتے اٹھا بے نظیر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر

کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو
پھر آؤں گا بولی کہ مختار ہو

ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں بند
لگے ہجر سے دل یہ آنے گزند

پہر رات تک ہنسنا اور بولنا
در حسن اور عشق کو کھولنا

خواصیں جو تھیں ہٹ گئیں جان کے
کہا ایک ہمراز نے اُن کے

کہا وہ جو آراستہ ہے مکان
ادھر سے تو دونوں کو لیجا وہاں

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر
اور ادھر سے آئی جو بدر منیر

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

لگی کہنے ہے یہ مرا جوڑا ہاتھ
یہ گرمی ہے جس سے رہی اُسکی ساتھ

غرض آخرش بود از دنیا نیاز
وہ مسند پہ بیٹھی بعد امتیاز

ہوئی جبکہ بدست وہ ماہرو
لگی ہائیں ہونے عجب گفتگو

خواصیں جو تھیں ہر دو ہٹ گئیں
بہانے سے ہر کام کے ہٹ گئیں

لیا کھینچ اُسنے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا دو مہ آفتاب

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئی نخل امید سے وہ نہال

لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو
گئیں حسرتیں جی کی پامال ہو

کھسکی گئی چولی آگے سے چل
کھسکی گئی چین سلوٹ نکل

اُٹھے پی کے باہم شراب نبید
کوئی سرخ اور کوئی رو سپید

نشے سے وہ لذت کی بیہوش ہو
گئی بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کی باہم ادھر
کہ اتنے میں اُدھر سے باجا گجر

نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا
نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا

خفا اُسکے ہونے سے وہ نوجوان
گیا ہو کے منہ پکے آنسو رواں

بندھا پھر تو معمول اُسکا مدام
کہ ہر روز آنا ادھر وقت شام

کبھی ہجر سے اُنکو ہونا ملول
کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق بے نظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بے نظیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہے دشمن وصل دلسوز ہجر
کسی دیو نے دی پری کو خبر
قسم مجھکو حضرت سلیمان کی
کوئی نازنین سی تھی اک اسکے ساتھ
یہ اڑتی سے اسکے خبر سن پڑی
وہ آوے تو آگے مری نابکار
ہمارے بزرگون نے سچ ہی کہا
اُسے دیکھ غصے مین وہ ڈر گیا
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا
مجھے کیا دیا تھا نہ تو نے یہی
مزا چاہ کا دیکھ لے اپنے ذرا
کہ چاہِ الم مین پھنساؤن تجھے

کہ ہے چرخ بھی درپے انتقام
کرے ہے شب وصل کو روز ہجر
کہ معشوق عاشق ہوا اور پر
ہوئی دشمن اب اسکی مین جان کی
گھڑی بھی نہ دی ہاتھ مین اسکے ہاتھ
کہا دیکھنے پاؤن اُسکو ذری
گریبان کو اُسکے کردن تار تار
کہ ہے آدمی زاد کل بے وفا
لگے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
کہ اُس آدمی زادی کو جوڑا دیا
بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی
جھکاتی ہون کیسے کنوئین مین بھلا
ہنسا ہی تو جیسا رولاؤن تجھے

یہ دو دو لگاؤ اکجا اٹھاتا ہین
جدائی انھونکی خوش آئی اُسے
یہ سنکر وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی
کہا دیو سے تو مجھے دے بتا
قضارا اگر اپنی جی ہو کر ادھر
تو کھا جاؤن کچا اسی وقت ہو
یہی قول اقرار تھا میرے ساتھ
غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادہر
بلا سی وہ دیکھ اسکے پیچھے پڑی
الگ ہے سے رہنا اور یون بیٹھنا
پھر ایسے رات کو دلشاد تو
مجھے جی سے نادان آ گیا ہو عزیز
یہ کہہ اور بلا اک پریزاد کو

کسی کا اسے وصل بھاتا نہین
پھر اتنی ہی جو صحبت نہ بھائی اُسے
لگی کہنے ہین یہ بلا کیا ہوئی
کہا وہ کسی باغ مین تھا کھڑا
وہ دونون مجھے ان پڑی تھی نظر
اگر ہے مری اب تو وہ دوست ہو
بھلا اُسکا دامن تھا اور میرا ہاتھ
کہ اتنے مین آیا وہ رشک قمر
کہا اُسنے آدمی زاد وہ دیکھی
یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
کرے گا دلون کو بہت یاد تو
وہ لے جا کے پھینکا بہر النصیب
کہا اُسنے واسکی نہ فریاد کو

تصویر ماہ رخ اور دیو اور شاہزادی بینظیر کی اور قید کرنا اسکو چاہِ قاف مین



[illegible] لیجا شتاب
اسی جا کے اُس چاہ میں بند کر
نہ کچھ سوا اسکے جو کچھ پہ کہے
گری اوس پہ جو آسمانی بلا
[illegible] دل پہ رتبہ جو کچھ آج ہی
وہ یوسف کنوئیں میں ہوا جلوہ گر
تو وہ گھر اسکا سارا ہوا
لے پانوں جب اسکا تہ پر گیا
ہوا وان نیچے اور پہ گئی کانپ کانپ
اندھیرے اوجا [illegible] نکلا تھا جو
مصیبت نے اسکا کیا دم خفا
وہ جس [illegible] کو فریاد کر
[illegible] تاریک [illegible] رفیق
وان ہی مدام اسکا [illegible]
[illegible] میں جیسے [illegible] بادل
[illegible] درد الفت [illegible]
[illegible] کنوان [illegible]
[illegible] مخلصی سوجھی اب اسکے
[illegible] دو دو تین جو ہولی ہی چاہ
[illegible] آیا جو وہ [illegible]
[illegible] بی تمکو سودا ہی کچھ

وہ پتھر [illegible] مصیبت کا باب
وہی سنگ پھر اسکے منہ پر تو دہر
یہی اسکا معمول دائم رہے
دل اس نازنین کا ہوا جو چلا
یہی عشق کی جان مطرح ہی
ہوا اس سے پستی کا رتبہ بلند
کنوئیں کی وہ تنگی کا [illegible] ہوا
کنوان اسکے اندوہ سے بھر گیا
کنوئیں نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھانک
ہوا قید [illegible] اندھیرے میں وہ
کہ جیسے سیاہی کسی کو دیا
نہ پوچھا کوئی کار زندان بھی دھیر
وہی سنگ [illegible] شفیق
ہوا اس سے [illegible] وہی اس کے
[illegible] اس سے [illegible]
[illegible] اپنا کنوئیں [illegible]
[illegible] آفت [illegible]
[illegible] کیا سے
[illegible] دل [illegible]
[illegible] ہوا [illegible]
[illegible] ہی اسکو [illegible]

کنوان اسمیں جو تھی مصیبت بھرا
سر شام کہنا کہ لا نا اسے
یہ سن دیو اس گل کے نزدیک آئے
ہوا ایوان جو اس بخت وارون کا اوج
کیا بند پھر جا کے اس چاہ میں
کھلے اس کنوئیں کے ایکا یک نصیب
وہ اندھیرا تھا سو روشن ہوا
زمین میں سمایا تحیر سے آپ
دل اس نازنین کا دہڑکنے لگا
نکلنے کی سوجھی نہ اسکو راہ
فغان کی بہت اور پکارا بہت
نہ مونس نہ غمخوار اس کا کوئی
ہوا بھی [illegible] جس سے دمساز ہو
کنوان اسکو لوچھ [illegible]
[illegible] شب کی سیاہی [illegible]
ہوا اندھیر گیا [illegible]
[illegible] غم کی بات
[illegible] ہو وہاں لفظ
فلق [illegible] تو وہاں غم ہوا
[illegible] سے جدا
خدا جانے اس شغل میں لگ گیا

اسی مہ کا تھا سہرا اس پر دھرا
اور اک جام پانی پلانا اسے
[illegible] ہاتھ اسکا فلک پر اڑا
چلی آہ و نالے کی ساتھ اسکی فوج
کنوان [illegible] جو تھا [illegible]
[illegible] آیا وہ اسمیں [illegible]
جوان اسمیں [illegible] کا مر [illegible]
[illegible] آنسو [illegible]
[illegible] کرنے لگا
ہوا اسکی آنکھوں [illegible] سیاہ
[illegible] کو [illegible] پکارا بہت
[illegible] خدا یار [illegible]
کنوئیں [illegible] آواز کو
[illegible]
سدا ظلمت غم کا تھا ظہور
[illegible] نکلنے لگے آنسو سیاہ
لگا [illegible] اسمیں وہ آب حیات
پڑی [illegible] میں [illegible]
[illegible] وہاں پیاس [illegible] دم ہوا
خدا جانے اس شخص پہ کیا ہوا
مری [illegible] آشنا ہی ہو فدا

وہ رہ رہ کے تلوے ملانا ہی جاہ
عبث آپ کو مت کرو تم تباہ

تغافل بہلا کچھ نکالا کرو
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

گئے اسپہ جب دن کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اٹھنا اسی کہہ کے ہاں جی چلو

کسی نے جو کچھ بات کی بات کی
یہ دنکی جو پوچھی کہی راتکی

کسی نے کہا سیر کیجئے ذرا
کہا سیر سے دل ہی میرا بھرا

نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل میں اُسکے محبت کا جوش

نہفتہ اُسی سے سوال و جواب
سدا ورد و بر اُسکی غم کی کتاب

رکے جو کوئی اس سے رک جائیے
جھکے آپ سے وہ تو جھک جائیے

یہ سن چپ ہی رہی لیکن کیا پیچ و تاب
دیا پھر نہ اس بات کا کچھ جواب

وہ وانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی

تپ ہجر گھر دل میں کرنے لگی
دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی

تپ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے
محبت میں دن رات گھٹنا اُسے

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

جو پانی پلانا تو پینا اُسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نہیں پر نہ مائل نہ گل پر نظر
وہی سامنی صورت آٹھوں پہر

جو آجای کچھ ذکر شعر و سخن
تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اوٹھانے لگا
مری دلکو مجھ سے چھڑانے لگا

گلہ چشم غمبار کا کچھ نہیں
مرا دل ہی مجھکو ڈبانے لگا

ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا
نہیں تو مرا جی ٹھکانے لگا

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جس کے عوض یوں رلانے لگا

نہیں مجھکو دشمن سے شکوہ حسن
مرا دوست مجھکو ستانے لگا

غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
اسی ڈھب سے پڑھنا کہ ہو جس میں درد

سبب یہ کہ دل سے تعلق ہے سب
نہو دل تو پھر پڑھنا بھی ہے غضب

سو یہ بھی جو منہ کو نکلتی کہیں
نہیں تو کچھ اسکی نہی حاجت نہیں

گیا ہی جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عشق بازی کے بلانے میں

گلابی میں غنچے کی بھر کر شتاب
پلا ساقیا کیتکی کی شراب

پیالے میں نرگس کے دے میر جان
کہ دیکھوں میں کیفیت بوستان

حکایت کروں ایکدن کی رقم — کہ دنیا میں توام ہے شادی و غم
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل — کہ غم نے کیا ہے نہایت مضمحل
پھر احوال یہ ہے کہ منہہ ہاتھ دہو — چلی اٹھ کے والان سے سیر کو
کہ زانو پہ اک پاؤنکو رکھہ لیا — اور اک پاؤن نیچے سے لٹکا دیا
کفک اور رفندق سے لالہ کو داغ — ہوا ایسی کیفیت پائین باغ
جواہر کے چھلے بھرے پور پور — زری کی نکی جیسے مخمل پہ تور
خماری وہ آنکھیں وہ انگڑائیاں — وہ جوبن کے عالم کی سرسائیاں
نشے میں وہ آ حسن کے بیٹھنا — وہ چھب تختی اپنی کو دیکھہ اینٹھنا
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام — مغرق زری کا وہ نیچہ تمام
لب نازک اوپر وہ مہنال دہر — لگا لے تو پردے سے دو دو گہر
خواصیں کھڑی اسکی سب گرد و پیش — جو تھیں اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
رسیلی چھبیلی نئی تنگ و چست — لباس اور زیور سے ہر اک درست
وہ آنکھیں کہ کرتی تھیں جینے ہر نگاہ — ادہر غش میں آتے تھے سب اہل دل واہ
برابر برابر ادہر اور ادہر — وہ گرد اسکے بیٹھی تھیں باہم دگر
عجب حسن تھا باغ میں جلوہ گر — کہ ہر گل کی تھی اسکے منہہ پر نظر
زبس عطر میں تھی وہ ڈوبی ہوئی — دو بالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی
پڑا عکس اسکا جو طرف چمن — ہوا لالہ گل اور گل نسترن
ہوئی اسکے بیٹھے سے گلشن کی زیب — گیا اڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
گل و غنچہ و لالہ آپس میں مل — لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل
ہوئی واں سے آئینہ دیوار و در — وہ مہ سب کے دل میں ہوئی جلوہ گر
اری ہے کوئی یاں ذرا جائیو — مری عیش بائی کو لے آئیو

اٹھی سوتی اک دن وہ رشک پری — ذرا جا کے دیکھوں چمن کو دری
زبس گل سے آتی ہو بو یار کی — ہوا پھر ہوائی اسکو گلزار کی
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا — وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
نہ پوچھہ اسکی پائین اگاڑین کی چال — زبان ثنا وصف میں جسکی لال
طلائی کٹہرا اور کفک کا وہ رنگ — سنہری شفق جسکو ہو دیکھہ دنگ
زبس سوتی اٹھی تھی وہ نازنین — پڑی تھی عجب ڈھب سے چین جبین
جوانی کا موسم شروع بہار — وہ سینے سے اسکے کچوں کا ابھار
خواص اک ایک حقہ لیئے تھی کمر تک — کہ لالے کی تھی اسمیں پڑی
و لے ایک اسپر پڑا تھا جو پیچ — یہ سب اسکی آگے تھا گویا کہ ہیچ
ادہر اور ادہر ہر طرف تھی لگاہ — کسیکی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
کوئی مورچھل لے کوئی پیکدان — کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان
کھڑی نیچی آنکھیں کیئے باادب — اسی شرم سے پر قیامت غضب
کئی ہمدم اسکی جو تھیں ہمدرد — بچھائے ہوئے کرسیاں سو بسو
سماں اس گھڑی کا کہوں کیا میں آہ — ستاروں میں تھا جلوہ گر ایک ماہ
چمن اس گھڑی بر سر جوش تھا — گل و غنچہ جو تھا وہ بیہوش تھا
معطر ہوا اور گل کا دماغ — کہ مہکا تمام اسکی خوشبو سے باغ
درختوں پہ اسکی پڑی جو جھلک — زمرد کو دی اسنے اپنی چمک
چمن نے جو اس گل کی دیکھی بہار — ہوا دیکھہ اپنے گلوں کو فگار
گئی جی سے بلبل کے گلشن کی چاہ — ہوئی سرو کیطرح قمری کو آہ
کہ اتنے میں کچھہ جی میں جو آگیا — ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
عجب وقت ہے اور عجب ہے سماں — کہو دو گھڑی آکے مجرا یہاں

خفا ہون مزاجِ تو مشغول ہو
یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار
جہان سے وہ چلی نازنین
لٹین منہ پہ چھوٹی ہوئین سر بسر
فقط کان مین ایک بالا پڑا
بندھا سر پہ جوڑا اڑی سر پہ شال
وہ اٹھی ہوئی چین پشواز کی
چلی وان سے دامن اٹھاتی ہوئی
لگی کافرین اور بہی دلنواز
روش پر جو تھا فرش اسکی حضور
دیا آسمان پر جو طبلونکو کھینچ
عجب تال پڑتی تھی انداز سے
گل و غنچہ کیطرح محبوب تھی
وہ گانے کا عالم وہ حسنِ بیان
درختونکی کچھ چھاؤن اور کچھ وہ دھوپ
وہ اکا عالم ہزاری کا رنگ
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
وہ اڑتی سی نوبت کی دہیمی صدا
وہ دل بیتا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ
غرض جو کھڑی تھے کھڑے رہ گئے
لگی دیکھنے آنکھ نرگس اوٹھا

کوئی دم تو داغ جگر بہول ہو
لیا عیش باری کو اس نے پکار
کہ مستی مین پاؤن کہین کا کہین
کہ بدلی ہو جیون مینہ کی ادہر ادہر
کہے تو کہ تھامے کے بالا پڑا
کمر کی لچک اور ٹسک کی وہ چال
وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
گرے سے سو گرے کو بچاتی ہوئی
لیے ساتھ ساتھ اسکے بنا ساز
ادب سے وہان بیٹھیان ملکی دو
ہر اک تھاپ مین دل لیا سبکا کھینچ
کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی
وہ گلشن کی خوبی وہ دلکا سمان
وہ دہانونکی سنہری سی سرسون کا روپ
وہ آنکھون کے ڈورے نشے کا ترنگ
ہر اک جانور کا درختون پہ شور
کہین دور سے گوش پڑتی تو آ
ادھر چلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ
اڑی جس جگہ سو اڑی رہ گئے
گلون نے دیے کان او دہر کو لگا

کسی طرح سے دل تو لگتا نہین
وہ آنے لگی کافر اس آن سے
وہ خلقت کی گرمی وہ ڈومن بنا
وہ جوبن پہ چھپے ہونٹونکی مسی غضب
وہ پشواز اگرئی وہ نرگس کے ہار
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست
وہ منہدی کا عالم وہ توڑے چھڑے
عجب ایک عالم تھا بے ساختہ
چلین ایک اغماض اور ناز سے
ہوا حکم گوری کا جو بر ملا
لگی گانے ٹپہ وہ اس آن سے
وہ تھی گنگری یا لڑی نور کی
غرض کیا کہون اسکا مین ماجرا
گھڑی چار دن باقی اسوقت تھا
لپیٹے ہوئے پوستون پر تمام
گلابی سا ہو جانا دیوار و در
وہ سرو سہی اور آب روان
وہ رقص بتان اور ستھری الاپ
نہ انسان ہی کا ہوا دل اسمین بند
جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے
لگے ہلنے آ وجد مین سب درخت

جلے ہی جگر و دل یہ گاتی تھین
کہ جانے لگا جی مسلمان سے
نشے مین بھبھوکا سا چہرہ بنا
کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی شب
وہ کمخواب کے بند رومی ازار
کنارے پہ مینا منبت کا درست
وہ پاؤن مین سونے کے دو دو کڑے
کہ عالم تھا اک دست و پا باختہ
کھڑی وان ہوئین ایک انداز سے
لیے ساز اپنے سبھون نے اٹھا
نکلنے لگی جان ہر تان سے
مسلسل تھی اک پھلجھڑی نور کی
عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
سہانا ہر اک طرف سایہ ڈھلا
روپہلے سنہرے ورق ہر شجر
درختون سے آنا شفق کا نظر
وہ پانی کا مستی سے بہنا وہان
وہ گوریکی تان وہ طبلونکی تھاپ
ہوئے محو سنکر چرند اور پرند
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے
کھڑے رہ گئے سرو ہوکر درخت

درختوں سے گرنے لگے جانور — بنے شکل آئینہ دیوار و در
ہوئیں قمریاں شوق سے نوحہ زن — بھرا اشک سے بلبلوں کی چمن

ہوئے نہر کے سنگ پانی پگھل — پڑے ساری خلقت کے اسکے اُچھل
عجب آگ کو بھی دیا ہے اثر — کہ ہوجاے پتھر کا پانی جگر

بندھا اس طرح کا جو اُسکا سمان — ہوا سب کے دل کا عجب حال وان
ولیکن جو کچھ پوچھ لو کیوں پر گیا — کہ بن آئے ہر اک یہان مرگیا

لگا تھا نہ بس عشق کا اُسکو تیر — لگی کھینچنے آہ بدر منیر
بندھا اُسکو عاشق کا پھر خیال — لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہیں کل کہیں بے مزا اُسکو راگ — ہوا اسے ہوئی اور دونی وہ آگ
لگی کہنے ہے یہ دیکھوں میں سیر — نہو پاس میرے وہ یادش بخیر

رہا جانے جو جسکے کچھ دلکو لاگ — کہ معشوق بن ہے یہ گلزار آگ
بھلا کیونکہ جی اُسکا خوشحال ہو — کہ ہجران کا غم جسکے دنبال ہو

جگر میں اگر آہ کی سول ہو — لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال — جسے یاد شمشاد کی ہو کمال

کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر — جسے اپنے گل کی نہووے خبر
یہ کہکر اُٹھی واں سے وہ دلربا — چھپر کھٹ پہ جا کر گری منہ چھپا

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا — ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
سب اوٹھتے ہی بس اسکی جاتی رہیں — طوائف کہیں اور خواصیں کہیں

مری عقل اسجا پہ حیران ہے — کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے
ہر اک وقت ہوا اسکا عالم جدا — جو چاہا ہو تو پھر ہو یہ امکان کیا

کبھی ہے خزان اور کبھی ہے بہار — نہیں ایک دیکھی یہ لیل و نہار

داستان بے نظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں

پلا ساقی اک جام مجھکو شتاب — کہ پردے میں شب کی گیا آفتاب
شب ہجر کی پھر علامت ہوئی — غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی

گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک حور — سمجھ تکو کہا تم رہو دور دور
اکیلی وہ رونے لگی زار زار — ادھی اپنے عالم میں بے اختیار

لگے چشم سے اشک اتنے گہر — کہ دھو ڈالا اسی آب سے منہ سحر
صبوحی تو دے ساقی لعل فام — کہ دو دو پہر میں کٹی رات تمام

ہوا آفتاب الم جو طلوع — اداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ — تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ

بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار — کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر — لگی دل کو بہلانے ادھر ادھر

زبان پر تو باتیں رہے دل اُداس — پراگندہ خیر سے ہوش و حواس
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر — نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر

اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں — جو کرتی ہے میلی تو محرم نہیں
جو مسی ہے دودن کی تو ہے وہی — جو کنگھی نہیں کی تو یوں ہی سہی

جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے — غم آلودہ صبح طرب ناک ہے
نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام — نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہ خوبون کا دیکھا سبھاؤ / کہ بگڑے سے دونا ہو اونکا بناؤ
نہین حسن کی اسطرح بھی کمی / جو بگڑی ہی بیٹھی تو گویا بنی
غرض بے ادائی ہی یان کی ادا / بھلونکو سبھی کچھ لگے ہی بھلا
جو ماتھے پہ چین جبین غم سے ہے / تو وہ بھی جبین پر اک موج دریا کی
وہ آنکھین جو روئی ہین بس پھوٹ پھوٹ / تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپ غم سے یان تمتاتے ہین گال / کہ جو رنگ لالہ ہو وقت زوال
گریبان سینے پہ ہی جو کھلا / تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے / و یا آہ ہونٹونپہ کچھ سرد ہے
ادا سی نہین یہ بھی عالم جدا / کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

داستان بیقراری بدر منیر کی بینظیر کے فراق مین اور نجم النسا کے تسلی دینے مین

پلا ساقیا ساغر بے نظیر / کہ بیکس ہے ہجران مین بدر منیر
وہ حسن جوانی اور اسپہ یہ غم / ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
جہان بیٹھنا آہ کرنا اسے / بہانہ نزاکت پہ دھرنا اسے
کبھی خون آنکھون سے رو ڈالنا / کسی کو کبھی کچھ نہ کہہ ڈالنا
خواصونکو بالا بتانا اسے / اکیلی درختون مین جانا اسے
دلے اُن رتون مین جسمین وہ ماہ / سر شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
سو وہ بھی پہر دن رہے آن بام / اُسی چھاؤن مین بیٹھ کرتی تھی شام
گیا اسطرح جب مہینا گذر / کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
اور اُسکا وہ ہر رنگ گھٹنے لگا / جگر خون ہو مژگان پہ ٹپنے لگا
لگی رہنے تب جان بیتاب مین / لگا فرق آنے خور و خواب مین
محبت کا سودا سا ہونے لگا / جنون تخم وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاس ناموس ننگ / لگی عقل اور عشق مین ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دلمین شور / جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہ احوال کچھ اُسکا دخت وزیر / لگی جل کے کہنے کہ بدر منیر
تو وہ ہے کہ سب کے تئین دے وقوف / کہ بس دل گیا تیرا اے بیوقوف
مسافر سے ہر کار کو لاگی تھی بہت / مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت
اری چار دن کے ہین یہ آشنا / ملا دل کو آخر کرین ہین جدا
گئے آسمان کہ زمین سے ہین یہ / جہان بیٹھے جا بس وہین کے ہین یہ
تو بھولی ہے کس بات پر اے بوا / خبر لے دیوانی تجھے کیا ہوا
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے / تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے
اگر آپ پر کوئی شیدا انھو / تو پھر چاہیے اُسکی پروا انھو
وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے / عبث اُسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے
تمہاری ہی سے چاہ ہوتی اگر / تو اب تک وہ تم کو نہ آتا نظر
لگی کہنے تب اُسکو بدر منیر / کہ سنتی ہے اے میری دخت وزیر
کسیکی بھی تو نہ کر عیب ہے / کہ اُسکا خدا عالم الغیب ہے
وہ اپنی دلون سے تو ہے نیکذات / ہوئی اُسپہ کیا جانیے واردات
ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ / گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ
مجھے رات دن اسکا رہتا ہے ڈر / پری نے سنی ہو نہ یان کی خبر
نہ باندھا ہو اُسکو کسی شید مین / کیا ہو نہ اُسکے تئین قید مین

پری نے کہین طیش کھا لا مین / دیا ہو نہ پھینک اُسکو کہ قاف مین
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو / کسی دیو کے منہ مین ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کو دکھہ اُسکے سب مین سہے / بھلا بنی جی سے وہ جیتا رہے
یہ کہہ حال اپنا وہ رونے لگی / گہر آنسوؤن کے پرونے لگی

گئی مند کری مار آخر کو لیٹ / چھپے کھٹ کی کونے یہ سر منہ لپیٹ

خواب دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کنوئین مین اور جوگن بنکر نکلنا نجم النسا کا اُسکی تلاش مین

پلا ساقیا جام جم سے وہ مل / کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل

کسی کے تو آ کام فرخندہ حال / کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال
ذرا آنکھ جھپکی جو اُس حال مین / تو دیکھا پھنسا اُسکو جنجال مین

قضا نے دکھایا عجب اُسکو خواب / کہ دشمن بھی دیکھے یہ حال خراب
جو دیکھے تو صحرا ہے اک لق و دق / کہ رستم جسے دیکھہ ہو جاے دق

نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے / فقط اک کفِ دست میدان ہے
مگر بیچ مین اسکے ہے اک کنوان / کہ اٹھتا ہے آہون کا وان سے دھوان

کنوئین کا ہے منہ بند اُس سے اڑی / کئی لاکھہ من کی ہے اک سل پڑی
صدا وان سے آتی ہے بدر منیر / تری چاہ غم مین ہوا مین اسیر

مین بھولا نہین تجکو اے میری جان / کرون کیا کہ ہے مجھہ پہ قید گران
پر اُس قید مین بھی ترا دھیان ہے / فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے / تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے
نہین مجکو مرنے سے کچھہ اپنے ڈر / یہ غم ہے کہ تجکو نہووے خبر

تجھے کاش اس وقت مین دیکھہ لون / جیون مین اگر تیرے آگے مرون
ولیکن یہ ہے خام میرا خیال / نہین وصل ممکن بغیر از وصال

کوئی دم کا مہمان ہون آج کل / اسی چاہ مین جائیگا دم نکل
یہ سن واردات اُسنے بے نظیر / جو چاہے کہ کرے بات بدر منیر

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے / قضا نے نہ اُسکی سنائی اُسے
یکایک گئی آنکھہ اُتنے مین کھل / بھرے اشک حسرت سے آنکھ ڈھل

نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ / پڑی گوش مین نہ وہ آواز وہ
صدا اپنی یوسف کی سُن خواب سے / اُٹھی باؤلی جان بیتاب سے

کہا گو کسی سے نہ اُسنے یہ بھید / و لے جون مہِ صبح چہرہ سفید
ڈھلے منہ پہ آنسو ہوا سبکو رنج / چھٹی چاندنی مین ستارون کی گنج

وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد / سراپا ہوا شکل اندوہ و درد
زبس آہ پنہان سی گھٹنے لگی / تو منہ پر ہوائی سی چھٹنے لگی

مژہ وہ نکیلی جو تھی تیز سی / ہوئین اشک خونین سی گلریز سی
بھبھوکا سا قد تھا جو شاخِ انار / نکلنے لگے اُس سے شعلے ہزار

جلین اُسکی آہون سے کل صورتین / ہوئین سب وہ مٹی کی جون مورتین
چھپایا بہت اُسنے پر ہمنشین / چھپائے سے آتش چھپی ہے کہین

کسی سے کسی کو جو ہوتی ہے لاگ / بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ
خواصین کئی وہ جو ہمراہ تھین / بڑی خدمتون مین سرافراز تھین

کہا اُسنے رو رو کے احوال خواب ۔ رولایا او نہیں پڑہ کی غم کی کتاب
لگی کہنے وہ یون آنسو بہا ۔ ترے واسطے مینے اب دکھ سہا
جو باقی رہا کچہ مرے دم مین دم ۔ تو پہر آکے یہ دیکہتی ہون قدم
کہا شاہزادی نے سُن اے رفیق ۔ ہوئی مین تو اس چاہ غم مین غریق
رسائی تری ہوگی کیونکر وہان ۔ مجہے بہی نہ ہاتہ آسکے تیرا جان
دگرنہ مین گر رگ کے مرجاؤنگی ۔ اسیطرح جی سے گذر جاؤنگی
مین اس عشق کا یہ سمجہی تہی ڈول ۔ ترے غم سے آنے لگا مجکو ہول
یہ کہہ اوسنے رو رو اتارا سنگار ۔ کیا اپنی پشواز کو تار تار
پہر آئے جو کچہ اُسکو ہوش و حواس ۔ سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس
گئی سیر موتی جلا راکہ کر ۔ بہبہوت اپنے تن پر ملی سر بسر
زری کی دوپٹے سی چہاتی کو باندہ ۔ بدن کو چہپا اور گاتی کو باندہ
گلے بیچ ڈال اپنی مالون کے تئین ۔ پریشان کر اپنے بالون کے تئین
لٹین جو تہین بل دہش پر چہوڑ دین ۔ وہ بالین بہی عنبر کی توڑ دین

سُنا جبکہ نجم النسا نے یہ حال ۔ ہوئی بیقراری تب اُسکو کمال
بس اب سر بصحرا نکلتی ہون مین ۔ اُسے ڈہونڈہ لانیکو جاتی ہون مین
اگر مر گئی تو بلا سے موئی ۔ تو یون جانیو مجہپہ صدقے ہوئی
بہلی چنگی اپنی نہ کہو جان تو ۔ کہ ہے وہ پری اور انسان تو
مین جیتی ہون اس آسرے پر فقط ۔ کہ ہوتا ہی تجہ سے مرا غم غلط
کہا اُسنے کیا کیجیے پہر بہلا ۔ پڑی آج اپنے ہی سر پر بلا
مجہے دیکہنا یون گوارا نہین ۔ اس اندوہ کا مجکو چارا نہین
گریبان کو مثل گل چاک کر ۔ دیا خاک پر پہینک ایدہر اودہر
پہن سیلی اور گیروا اوڑہ کہیس ۔ یہ چلی بن کے صحرا کو جوگن کا بہیس
پہن ایک لہنگا زری باف کا ۔ وہ پردہ سا کر اُس تن صاف کا
زمرد کے مندرے لگا کان مین ۔ کہ جو سبزہ گل ہو گلستان مین
زری کا بنا حلقہ سر پر کہا ۔ کیا سنبلستان کو جگمگا
ہوئی غم سے آنکہون کو کر لال لال ۔ رکہا چشم مین خون دل کا نکال

تصویر وزیر زادی کا جوگن بننا تلاش مین شاہزادی کے سامنے شاہزادی اور خواصون کے



زمرد کی سمرن کو ہاتھوں میں ڈال
اور اک بین کاندھے پہ اپنے سنبھال
جو منکے تھے من کے اسی کر درست
ہیں اپنی سو قمچی سی چالاک و چست

چلی بن کے جوگن وہ باہر کے تئیں
دکھاتی ہوئی چال شہر کے تئیں
تفِ سوزِ دل کا عیاں سو جمال
اڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال

اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیاں
صفا اسکا ہے اور جھمکے وہاں
کری حسن کو کس طرح کوئی ماند
چھپے ہے کہیں خاک ڈالے سے چاند

چھپانے کو سوانگ اُسنے جو جو کیے
غرض حسن نے اور جلوے دیے
وہ موتی کی سیلی وہ تنکی پلک
شب تیرہ میں کہکشان فلک

زری کا وہ حلقہ سر اور پر وہ ہرے
کہ جوں شب میں کوئی بنیٹی کرے
زمانے کو بھائی جو اُسکی ادا
تو اس رات پر دن کو صدقے کیا

کری جو کہ تقویم دل سے حساب
کہے سنبلہ میں گیا آفتاب
یہ برق اور یہ ابر سیہ ہو اگر
تو دامان عشاق ہوئینگے تر

زمرد کے مندرے وہ اس آن سے
کہوں کیا کہ جیسے کھلے کان سے
وہ مندرے وہ تن اسکا خاکستری
ہوئی حسن کی اور کھیتی ہری

اور ایسی سبزہ و گل کے دیکھ اسکو ہوش
وہ دونوں ہوے اسکے حلقہ بگوش
نظر کر صفائی کو اُس گوش کی
زمرد کو اُس گوش کی لو لگی

بڑھی کیوں نہ ہر دم زمرد کی شان
عجب ایسے کس کے لگے جا کے کان
وہ موتی کے مالے وہ مونگے کے ہار
گل و نسترن کی چمن میں بہار

گلابی سی وہ نرگس شوخ رنگ
بھری جیسے لالے کے لالے کا رنگ
وہ قشقہ کھنچا اُس رخ ماہ پر یوں
پڑی نور پر لعل کا عکس جوں

ادا اُسکی دیکھے جو عاشق کبھو
تو رو دیا کرے چشم سے وہ لہو
یہ بین اسکے کاندھے پہ تھی خوشنما
چلے جوں کوئی مست شیشہ اٹھا

دیار محبت میں نکلی تھی وہ
نہ تھی بین عشرت کی بھنگی تھی وہ
نہ تھی بین تھی قمقمے رنگ کے
دیا تھے سبو جو آہنگ کے

سو وہ بین کاندھے پہ رکھ یوں چلی
کہ لادے کوئی جیسے گنگا جلی
ہر اک تار رہتا ہیں رود نیل
وہ تھی ہند راگ کی سلسبیل

نہ عاشق ہوے اسکے عالم پہ لوگ
دوانہ ہوا جوگ دیکھ اسکا جوگ
بنی جبکہ جوگن وہ اس ڈھنگ سے
لگے پھوٹنے دو بہت سنگ سے

وہ رخصت ہو اسطرح ہونے لگی
تو وہ صناعخانہ رونے لگی
وہ رو رو کے دو ابر غم یوں ملے
کہ جسطرح ساون سے بھادوں ملے

یہانتک بندہا اسکو رونے کا تار
لیے پھوٹ دیوار و در ایکبار
کھڑی تھے وہ جوگن سے جو گرد گل
وہ رو رو ہوے شبنم آلودہ گل

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار
چلی جسطرح بیٹھ اپنی دکھا
اسیطرح دکھلا ہیں منہ پھرا

کسی نے کہا ہو لیو مت مجھے
خدا کے تئیں میں نے سونپا تجھے
کہا اُسنے خیر اب تو جاتی ہوں میں
جو ملتا ہے اسکو تو لاتی ہوں میں

تمہیں بھی خدا کو میں سونپا سنا
مرا بخشیو تم کہا اور سنا
جدا ہو کے القصہ تو نکو چھوڑ
چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ

نہ سدہ بدہ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
لیے بین پھرتی تھی صحرا نورد
تن چاک چاک اور رخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے
جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
تو سننے کو آتے تھے آہو تئیں

بجاتی وہ جوگن جہاں جوگیا
تو واں بیٹھتی خلق دھونی رما

گل نغمہ اس سے گرتے ہزار
تو لیتا اسے دشت دامن پسار

بجاتی تھی جوں جو وہ بن بن کے بین
خس و خار سنتے تھے بن بن کے بین

تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی
وہ دو دشت غش ہو پڑے تھے سبھی

گل نغمہ تر کی یہ تھی بہار
کہ صحرا کے گل اسکے آگے تھے خار

نہ پائی ہی سن شور اسکا چلی
کنوئیں میں بھی لیں اٹھ کے ڈولے دولی

ہوا بلبل و گل کا یاں تنگ ہجوم
کہ گرتی تھیں ڈالیاں جھوم جھوم

چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کو یہ
بساتی تھی جنگل میں منگل کو یہ

اسے سنکے آتا تھا صحرا کو جوش
صدا سے درختوں کو آتا خروش

کہیں حلقہ حلقہ کہیں لخت لخت
کھڑے ہوکے گرد اسکے سنتے درخت

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی
ہر اک عالم شوق میں تھی کھڑی

یہاں تک کہ رہ میں جو تھی نقش پا
وہ بیٹھے تھے کان اپنا ادھر لگا

سن آواز کی اسکی شان و شکوہ
نکلنے لگی دب کے آواز کوہ

نہ چشمے ہی کچھ آب دیدہ رہے
گریبان کر چاک دریا بہے

تحیر کا تھا واں ہر اک کو مقام
زباں کا نکلنا تھا ہاتھوں سے کام

یہ ہر جا یہ تھا اسکے دم سے طلسم
بندھا تھا اسی دم قدم سے طلسم

شب و روز سرگشتہ مثل صبا
اسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا

داستان فیروز شاہ جنوں کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونا جوگن پر

کدھر ہے تو اے ساقی گلعذار
کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار

کوئی پھول سی دستیابی شراب
کہ شہر مطالب کو پہنچوں شتاب

مسبب کے اسباب دیکھو ذرا
کہ قدرت میں اسکی ہے کیا کیا بھرا

جہاں میں ہے اندوہ و عشرت بہم
کہیں صبح عیش و کہیں شام غم

قضارا شہانا سا اک دشت تھا
کہ یک شب ہوا اسکا واں بسترا

دیکھی ہر طرف چادر نور تھی
سہی چاندنی اوسکو منظور تھی

کیدارا بجانے لگی شوق میں
لگی دست و پا مارنے ذوق میں

بندھا اس جگہہ اسطرح کا سماں
صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں

وہ اوجلا سا میداں چمکتی سی ریت
اوگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور
گری جیسے جھیلی سے چھن چھن کے نور

گیا ہاتھ سے بین سنکر جو دل
گئے سایہ و نور آپس میں مل

وہ دارو پلا دل کو جو راس آئے
کہ جینے کی بیمار کو آس ہو

سفید و سیہ اسکے ہی اختیار
بنایا ہی اوسنے یہ لیل و نہار

دو رنگی زمانے کی مشہور ہے
کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے

وہ تھی اتفاقاً شب چار دہ
ادا سے وہ بیٹھی وہاں شکل مہ

بجھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین
وہ زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبیں

کدارا یہ بجنے لگا اوسکے ساتھ
کہ مہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ

وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
وہ بُرّاق سا ہر طرف دشت و در

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
خس و خار سارے جھلکتے ہوئے

دیا یہ کہ جوگن کا منہ دیکھکر
ہوا نور و سایہ کا ٹکڑا جگر

وہ صورت خوش آئی جو اس نور کی
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی

ہوا بند ہگئی اوسگھڑی اِس اصل — بسیرے گئے جانور اپنا بھول

کدارے کا عالم یہ تھا اسگھڑی — کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی

کہ تھا اک پریزاد فرخ سیر — جنون کے وہ تھا بادشہ کا پسر

ہوا پر اوڑائے ہوے اپنا تخت — کسی طرف جاتا تھا فیروز بخت

یکایک سُنی بین کی جو صدا — وہان تخت لا اپنا اوسنے رکھا

درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا — لگے بولنے وجد مین واہ واہ

سہان تو یہ عالم تھا اور طور یہ — تس اوپر مزا تم سنو اور یہ

نہایت طرحدار صاحب جمال — برس بیس اکیس کا سن و سال

وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر راہ — اوسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ

جو دیکھی تو جوگن ہے اک رشک حور — کہ چشم فلک نے نہ دیکھا یہ نور

تصویر جنون کے بادشاہ کے بیٹے کی مع دو جنون کے اور جوگن سامنے بین بجاتی ہوئی



نظر کرکے حسن اوسکا غش کر گیا — تعشق کے عالم مین بس مر گیا

پڑا تسپہ ایسا کہو کیا بجوگ — لیا واسطے کسکے تمنے یہ جوگ

وہ سمجھی کہ دل اوسکا آیا ادھر — کنول ہی تو رکھتا ہی دل کی خبر

ولے راگ ہی اور اون مین ہوا — کہ دونو طرف آگ دہی ہے لگا

کہا تب پریزاد نے واہ جی — بہت گرم ہین آپ اللہ جی

کہاں ہو تمہے سوتون سے اپنے کہو — فقیرون کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ سمجھا نباوٹ کا کچھ بہبسین ہے — لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

کدہر سے تم آئے کدہر جاؤ گے — دیا اپنی ہمپر بہی فرماؤ گے

خس و خار ہی عشق حسن آگ ہی — سدا عشق اور حسن مین لاگ ہی

کہا ہنسکے جوگن نے سر لوبل ہے — جہان سے تو آیا چلا جا اودھر

نہ روکھی ہو اتنی سہلاؤ لگا — ذرا بین سُنکر چلا جاؤ لگا

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوے — اسی لطف مین یہ تو بیدم ہوے

گیا بیٹھ آسا منے ریت مین | رہا کھیت یہ تو اسی کھیت مین | نظر حسن پر گاہ گہ بین پر | سراپا دل اُس لعبت چین پر

رہا تن بدن کا نہ کچھ اسکو ہوش | بنا گل وہ جون نقش پا چشم و گوش | وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر | ہوا غم مین جوگن کے یہ بھی اسیر

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ لی راہ کی | جب آئی ذرا سدھ تو پھر آہ کی | بجاتی رہی بین وہ صبح تک | یہ ردیا کیا سامنے بے دھڑک

او ہر تان پر بین کی تھی بہار | بندھا تھا اُدھر اوسکے رونے کا تار | دھری اپنی کاندھی پہ جب اُسنے بین | اوٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین

پری زاد نے تب پکڑ اُسکا ہاتھ | شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ | زمین سے اُڑا آسمان کے تئین | وہ کہتا کہا کی نہین رے نہین

نہ مانا اور اُسنے اُڑایا اوسے | پرستان مین لا کر بٹھایا اوسے | یہ مژدہ گیا باپ پاس انکے لے | کہا عرض رکھتا ہون مین آپ سے

یہ جوگی جو ہین ایک صاحب کمال | ذرا بین سنیئے اور انکے خیال | بہت آپ ان سے اُٹھائینگے حظ | بہت بین سے اُس کی پائینگے حظ

کہا اُسنے بابا بہت خوب ہے | ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے | کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر | کرو رشک لالی قدم سے یہ گھر

کھلے بخت بیٹے کی اور باپ کے | سرون پر ہمارے قدم آپ کے | بہت اُسکی تعظیم و تکریم کی | جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلانے مین

پلا مجکو ساقی محبت کا جام | کہ تنہائیون مین ہوا دن تمام

یہ جوگن جو بیٹھی برہگن ہوئی | کہ اتنے مین رات آئی جوگن ہوئی | بھبھوت اپنے منہ پر شتابی سے مل | رکھہ انڈوی کو سر پہ شتابی نکل

دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے | اوڑھاتی ہوئی رال کو نور سے | ستارون کی پہنے مالے گلی بیچ ڈال | وہ پہونچی پرستان مین حال حال

ہوئی شب کو وہ بزم انجم فروز | چھپا رشک سے اُس کے پردے مین روز | ملک نے پرستان مین مجلس بنا | بلایا اُسے جسکی تھی یہ بنا

پری زاد ساری ہوے جمع وان | کہ دیکھین تو جوگن کا چلکر سمان | وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین | سو مجلس مین آئی لئے اپنی بین

بہت منتون سے بلایا اوسے | بڑی عزتون سے بٹھایا اوسے | کہا ہم ہین مشتاق کچھ گایئے | سمان بین کا ہم کو دکھلایئے

کہا کچھ بجانا نہین اپنا کام | ہر اک طرح لینا ہین کا ہر نام | ہے بیزار فرمائشون سے فقیر | ولے کیا کرین اب ہوے ہین اسیر

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے | کرم آپکا ہمپہ دن رات ہے | جو مرضی ہو تو تمکو تکلیف دین | نہین جسمین راضی ہو تم سو کرین

کہا اسطرح سے جو فرماؤ گے | تو ہان بندگی ہی مین کچھ پاؤگے | یہ کہہ اُسنے اور بین کا لی یہ دہر | یہانتک بجائی کہ دیوار و در

ٹھٹھر رہ گئے ہوش کھوئے ہوے | نظر جو پڑی وان سو روئے ہوے | گیا اہل مجلس کا جو دل پگھل | تو جون شمع اشک آئے اُسکی نکل

ہوئیں بین پر انگلیاں جو رواں — کہ ہاتھوں سے اُس کے ہوا دل رواں
ہوا حال پر اُسکا یہ کچھ تباہ — وہ عاشق جو تھا اُسکا فیروز شاہ
ستون کے کبھی اوٹ میں ہو کے وہ — کھڑا دیکھتا اُس کو رو رو کے وہ
وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے — کنکھیوں سے پر دیکھ رہتی اُسے

اسی آن و ادا پر وہ فیروز شاہ — دل و جاں سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ
غرض تھی یہ صحبت کہ جس شب کو دن — یہی حال تھا اُسکا کہ دیکھا کر دن
سرا پا پری زاد کے باپ نے — کہا کی دیا جوگی جی آپ نے
مقدم ہمارا رجھانا کرو — ہمیں اپنا معشوق جانا کرو
تکلف کو موقوف کر دیجئے — جو کچھ تمکو درکار ہو لیجئے
کہاں تم کہاں ہم ہو یہ جو ساتھ — یہ تھی بات سب آپ دانہ کی ہاتھ
لگی رہنے اُسمیں شب و روز وہ — سمجھ جی میں کچھ کچھ دل افروز وہ

بہ بینیم کہ تا کردگار جہاں — درون آتشکا را چہ دارد نہاں
پہر رات تک ہنستی اور بولتی — ہر اک بات میں قند تھی گھولتی
ولے کیا کہوں حال فیروز شاہ — کہ تھی دن بدن اُسکی حالت تباہ
اُسی شمع کے گرد پھرنا اُسے — پتنگے کے مانند گرنا اُسے
اسی طرح اوقات کھونا اُسی — سدا بین سُن سُن کے رونا اُسی
ولے کچھ بھی پاتی جو حسن طلب — تو عاشق پہ غصہ وہ کرتی غضب
کیا اُس نے پردے میں جب کچھ سوال — وہ دانہ کیا اُسکو باتوں میں ٹال
کبھی تیر ہی نظروں سے مارا اُسے — کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے
کبھی منہ چھپایا دکھایا کبھی — کبھی مار ڈالا جلایا کبھی
وہ ہر چند آنکھیں کھاتی رہی — یہ نظروں سے دل کو لبھاتی رہی

رواں و دواں کر دیا جان کو — رلایا ہر اک جن و انسان کو
کبھی سامنے آ کے کرتا نظر — کبھی دیکھتا چھپ کے اِدھر اُدھر
کبھی اِدھر اُدھر سے پھر پھر کے آ — چھپے اُس کے مکھڑے کی لیتا بلا
نظر اُس کی جب آن پڑتی اِدھر — تو یہ اور کی طرف کرتی نظر
اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا — تو کھا رشک کہتا کہ پھر تمکو کیا
بجی پہلی صحبت میں واں ایسی بین — کہ غش کر گئی دی جو تھے نکتہ چین
اسی طرح ہر شب کرم کیجئے — مری بزم رشکِ ارم کیجئے
یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام — ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام
کہا اُسنے مطلب نہیں کچھ ہمیں — تمہارا مبارک رہے گھر تمہیں
یہ کہہ واں سے اُٹھی وہ جوگن اُدھر — دیا تھا جہاں اُسکے رہنے کو گھر
کہا اپنی جی سے کہ سنتا ہے جی — نہ گھبرائیو اپنے دل میں کبھی
غرض اسطرح اُسکا معمول تھا — کہ اُس شاہ پہ یونکی مدت میں جا
بجانے میں سب کو رجھاتی تھی وہ — پہر کے بجے گھر میں آتی تھی وہ
نہ دنیا کی اُسکو نہ دین کی خبر — اسی کے تصور میں شام و سحر
بہانے سے ہر کام کے روز و شب — وہیں کاٹتی اُسکو اوقات شب
وہ جوگن بھی سو سو طرح کر ادا — ہر اک بات میں اُسکو لیتی لبھا
کبھی خوش کیا اور کیا کہہ اداس — کبھی دور بیٹھی کبھی اُسکی پاس
کبھی تیکھی نظروں سے گھائل کیا — کبھی میٹھی باتوں سے مائل کیا
کبھی ہنس کے دیکھا ذرا خوش کیا — کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا
لٹوں میں کبھی اُسکو لٹکا لیا — کبھی ساتھ بالوں کے جھٹکا دیا
بچارا پری زاد وہ سادہ دل — ادا میں پری انسان کی متصل

اسی طرح مدت گئی جب اُسے
چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے

جگر خون ہو آنکھون سے آیا نکل
گیا دل سنبھلنے رہی اندر پگھل

جو کہتا ہے اُس سے تو کہہ حال دل
کہ اب تنگ ہے اپنا احوال دل

ملا کر تو اب دست افسوس کو
پڑا رہ لیے ننگ و ناموس کو

بلا سے اگر آن رہتی نہین
کہ اب بن کہے جان رہتی نہین

نہ تھا اسگھڑی کوئی ادھر اُدھر
اکیلی پڑی اُسکو جو گئی نظر

گرا اسطرح سے قدم پر جو وہ
تو کہنے لگی مسکرا اُس کو وہ

کسی نے ترا دل ستایا کہین
دیا جی کو تیری لبھایا کہین

فقیرون سے آشنا نہو تو خفا
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
کہ بس بس یہی تو کہوگی نہ واہ

ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
جلے دلکو ناحق جلاتی ہو کیا

تم اپنا سا مجھکو سمجھتے رہے
بھلا تمکو بات ان کوئی کیا کہے

کہا اُس نے لے کہہ شتاب اپنا حال
کہ تو کیون گرا سر کو پاؤن پہ ڈال

بھلا مجھ سے مین کب تلک ہون ملول
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول

مطالب اگر میرے بر لائے تو
تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو

کہا اُس نے یہ ہے مری داستان
کہ شہر سراندیب ہے اک مکان

جہان مین ہے بدر منیر اسکا نام
مین رہتی ہون خدمتمین اسکی مدام

جدا باپ سے تھی وہ اُسجا مقیم
سدا سیر کرتی تھی بیخوف و بیم

جدا ایکدم اُس سے ہوتی نہ تھی
سلائے بغیر اُسکے سوتی نہ تھی

کسی طرحکا غم نہ تھا دھیان مین
ترقی خوشی کی تھی ہر آن مین

کہانتک کہون اسکا قصہ ہے دور
نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور

نہ مُنہ پر وہ عالم رہا اور نہ نور
گئی دن مین دل ہو گیا چور چور

یہ دی پردہ دل سے جی نے صدا
کہ ہے صبر کی اپنے بس انتہا

سنبھلنا ہے اب بھی تو ظالم سنبھل
نہین کوئی دم مین چلا مین نکل

یہ سُن جی کا پیغام مجبور ہو
کہا اپنے نزدیک کو دور ہو

غرض ایکدن بات یہ ٹھان کر
لگا گھات پر اپنی وہ آن کر

اکیلی اُسے دیکھ ہو بیقرار
گرا پاؤن پر اُسکے بے اختیار

کہ ہے آج یہ کیا خلاف قیاس
گرا آن تو ہو کے کیون بیحواس

مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
کہ بھائیون کی مصیبت ہوئی

اذیت مگر ہم سے پاتا ہے تو
کہ اب پاؤن پڑ پڑ اُٹھاتا ہے تو

تمہاری سمجھ نے تو مارا ہمین
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین

ہوئین تم نہ واقف مرے حال سے
فدا مین رہا جان اور مال سے

تم ایسی ہی بیرحم و بیدرد ہو
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو

کہا تب پریزاد نے میری جان
کہانتک کرون راز دل کو نہان

لگی سننے کہنے کہ اک طور سے
جو میری کہانی سُنے غور سے

کہا اُس نے پھر جلد فرمائیے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے

ملک ایک ہے ان کا ہے مسعود شاہ
کہ بیٹی ہے اک اُسکی مانند ماہ

بنایا ہے اوسنے الگ ایک باغ
کہ فردوس کا ہے وہ چشم و چراغ

مین نجم النسا اُسکی دخت وزیر
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر

خوشی سے سرو کار غم سے فراغ
برنگ چمن رہتی تھی باغ باغ

ہوئی ایکدن یہ عجب واردات
کہ اک شخص وارد ہوا ایک رات

گیا اُسپہ اُس شاہزادی کا دل
گئے ایک دونو وے آپس مین مل

دلے عاشق اسیر تھی کوئی پری — محبت مین تھی اُسکے وہ بھی بھری
دیا قید مین اُس کو ڈالا کہین — کہ مدت سے اسکی خبر کچھ نہین
پریزاد آپس مین تم ایک ہو — اگر تم ذرا کھوج اُس کا کرو
دل آباد ہو جی کو آرام ہو — تمہارا بھی اِس کام مین کام ہو
کہا پھر یہی کچھ نہین یہ جبین — لگی ہنس کے کہنے نہین ہی نہین
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی — کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی
یہ سُن اپنے سردار کا وہ کلام — تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام
وہ روتا تھا جو نالہ و آہ سے — تو کچھ اُسکو آئی صدا چاہ سے
وہ چوکی کے جو دیو تھے جابجا — لگا پوچھنے کسکی ہے یہ صدا
وہ تحقیق کر اور لے اُنکا بھید — اور اُڑا شہر کو اپنے دیو سفید
کہا میرا مجرا ہے اب لائیے — جو دینے کہا ہے سو دلوائیے
کہین وہ اُنکو آئیگی سُن کر خبر — خدا جانے پھینکا ہے اُسکو کدھر
سو مین کھوج مین اُسکی ہو گر ہوئی — یہان تک تو پہونچی پر دُگن ہوئی
تو شاید مدد سے تمہاری ملے — تو پھر آرزو بھی ہماری ملے
کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا — انگوٹھا دکھایا کہ اترا نہ جا
یہ سُن قوم کو اپنی اُس نے بلا — تقید سے سب کو بلا کر کہا
جو تم مین سے لاویگا اُسکی خبر — جواہر کے دونگا لگا اُسکے پر
ہوا ایک کا ناگہان وان گذر — جہان قید مین تھا وہ خستہ جگر
کہا کچھ تو ملتا ہے بانسی سُراغ — کہ آتی ہے یان بوئے گلزار باغ
کہا ماہرخ کا ہے قیدی یہان — کنوئین مین پڑا تھا ہے اک نوجوان
کیا جا کے فیروزشہ کو سلام — سُن آیا جو کچھ تھا سُنایا کلام
یہ معمول تھا اُنکے انعام کا — جواہر کے اُسکو دئے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے مین فیروزشاہ کے ماہرخ کو

یہ بھیجا پھر اُس ماہرخ کو پیام — کہ کیون زیست کرتی ہے اپنی حرام
تری باپ کو گر لکھوں تیرا حال — تو کیا حال ہو تیرا پھر اے چھنال
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہین — تجھے کیا پریزاد چڑھتا نہین
بھلا چاہتی ہے تو اُسکو نکال — کنوئین مین جسے تونے رکھا ہے ڈال
گیا ماہرخ کو یہ فرمان جب — ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
اگر اب مین لاگو ہون اُسکی کبھی — تو پھر پھونک دیجیو مجھے تم تبھی
مرے باپ کو پھر نہو دی خبر — کہ پھر مین نہ آؤنگی ادہر اودہر
سر چاہ پر جب وہ پہونچا رفیق — کہا اُنکو تھی وہ جو اُسکی شفیق
بنی آدمی کو تو چوری سے لا — بٹھاتی ہے گھر مین تعشق جتا
عزیز اپنی رکھتی نہین جان کو — یہی ہے کہ پھونکو پرستان کو
ہمارا گئی بھول خوف و خطر — لگی رکھنے انسان پر تو نظر
اور اسکی قسم کھا کہ پھر گر کہین — لیا نام اُس کا تو پھر تو نہین
کہا مجھسے تقصیر اب تو ہوئی — کہو اُسکو لیجائے یان سے کوئی
پر اتنا یہ احسان مجھپر کرو — کہ اسکا پرستان مین چرچا نہو
یہ سُن کر جواب اُسکا فیروزشاہ — چلا اپنے گھر سے جہان تھا وہ چاہ
کہ یہ سنگ گو کٹری یہان سے چلے — کسیطرح جاتی ہے پتھر ٹلے

وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
دیا پھینک دانے اُسی شکل کاہ
اندھیرے سے اُس چاہ کے اُسکا تن
نظر یون پڑا جیسے کالے کا من
نکالو نہ تم آئے اِس نمط
کہ لیتے ہین بو مشک سے جس نمط
وہ بادل سا سر کا جو اُس چاہ سے
تو اک نور چمکا شب ماہ سے
وہ من ڈالے اُسمین پڑا تھا جو لال
کہا اُس پر یزادنی سبکو ہان
تمھین احتیاط اُسکی اب ہے ضرور
سمجھیو سے اپنی پُتلی کا نور

داستان کنوئین سے نکلنے مین بے نظیر کے

قدح بھر کے لا ساقی با تمیز
کنوئین سے نکلتا ہے یوسف عزیز
گلابی جھمکتی پلا دے مجھے
سمان کوئی ایسا دکھا دے مجھے
کوئی دیو تھا وان سکندر نژاد
کنوئین مین اُتر کر بحسب مراد
لے آیا وہ جون خضر سوگھات سے
نکال آبحیوان کو ظلمات سے
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیان
کہ حرفون سے جون ہووے معنی عیان
زبس مرگ آنے کا تھا اُسکو غم
کہے تو کہ تھا تھا اوپر کا دم
گئے دن خزان کے اور آئی بہار
مے لالہ گون سے دکھا لالہ زار
کہ وہ ماہ نخشب کنوئین سے نکل
منازل کو اپنے پھرے بر محل
الگ یون لے آیا کنوئین سے نکال
کہ فوارہ جون آب کو دے نکال
ہوئے مست اُس نازبو سے وہ گل
کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل
وہ جیتا تو نکلا و لے اسطرح
کہ بیمار ہو نزع مین جس طرح
جمی خاک تن پر برنگ زمین
گڑا جیسے نکلے ہے تیلا کہین

تصویر کنوئین سے نکلوانا بینظیر کا بحکم شاہزادۂ اجنہ بسعی وزیرزادی نجم النسا



نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں توان — کہوں جوں خشک ہو نرگس بوستان
وہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا — وہ جوڑا جو تھا سبز میلا ہوا
وہ سر میں جو تھے اسکے سنبل سے بال — ہوئے لاغری سے بدن کی وبال
فقط پوست باقی تھا اور استخوان — نہ تھا خون کا رنگ بھی کچھ میان
بدن پر رگوں کی تھی اس سے نمود — کہ الجھی ہو جوں ریسمان کبود
بدن خشک و زرد اسطرح تھا وہ گل — خزاں دیدہ ہو جسطرح برگ گل
وہ ناخن جو تھے اسکے مثل ہلال — سو وہ ہو گئی بڑھ کے بدر کمال
یہ دیکھا جو احوال اسکا تباہ — تو روتا ہوا چلا فیروز شاہ
اٹھا تخت پر اپنے اسکو وہاں — لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہاں
رکھا تخت اک جا پہ اسکا چھپا — کہا پھر یہ جا کر کہ نجم النسا
چل اب تو کہ میں اسکو لایا یہاں — یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں
دوانی تھی از بس وہ الفت کی — نہ سر کی رہی سدھ نہ کچھ پاؤں کی
کہا چل کہاں ہے بتا تو مجھے — ذرا اسکی صورت دکھا تو مجھے
کہا رہ کے چلیو ذرا تھم رہو — کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہ ہو
یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اسکا ہاتھ — لے آیا وہ جوگن کو واں تخت ساتھ
گیا آپ اس تخت پر بیٹھ اور — دکھایا اسے اور کہا کر تو غور
جسے ڈھونڈتی تھی سو یہ ہے دکھی — کہاں ہاں ہے ہاں یہ وہی ہے دکھی
یہ کہہ اور اس تخت کی پاس آ — کہا اے پریزاد تو اٹھ ذرا
کہ اس تخت کی گرد اک دم پھرون — بلائیں میں دل کھولکر اسکی لون
کہا اس نے ہنسکر سہلا دیکھیو تو — تو اس بات پہ میرے صدقے نہ ہو
کہا اس نے تب اپنی ہوتی دکھا — اری دیو تو کیوں دوانہ ہوا
غرض وہ پریزاد نیچے اوتر — کھڑا ہو گیا تخت سے ہو ادھر
یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگی — بلا اسکی لے لیکے گرنے لگی
گلے لگ کے رونے لگی زار زار — کیا اپنے تن من کو اس پر نثار
وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اٹھا بینظیر — تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر
کہا تو کہاں اور کسکا یہ جوگ — کہاں یہ لباس اور کہاں تم یہ روگ
کہا تیرے غم نے دوانہ کیا — کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا
بغل کھولکر پھر تو آپس میں مل — وہ رویا کئی دیر تک متصل
بیان حال دونون جو کرنے لگے — در اشک سے چشم بھرنے لگے
کہی سرگذشت اس نے اسدم تلک — کہ اسطرح پہونچی ہو تم ہم تلک
یہ سن بینظیر اپنے دل سوز سے — لگا شاد ہونے اسی روز سے
کیا ایکدن تو انہوں نے مقام — چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام
اسی تخت پر بیٹھکر وہ ادھر — کہ تھا نقش مطلوب اسکا جدھر
وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ — چلے تخت پر بیٹھ اوپر کی راہ
پڑھے حرف مطلب جو کچھ سو جگر — تو بے کسر بیٹھے مثلث کی گھر
مربع نشین تھی جو بدر منیر — وہاں اسکو لائی وہ دخت وزیر
اوتارا وہیں لا درختوں میں تخت — دوبارہ کھلے ان درختوں کے بخت
اکیلی اوتر واں سے آئی ادھر — لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جدھر
لپکا یک جو آ وہ قدم پر گری — تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری
پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ — مرے درد و غم کی بروگن ہے یہ
کہا میری نجم النسا تو ہی جان — اری تیرے صدقے مری مہربان
ہمیں تیرے ملنے کی اب آس تھی — کہ جیسے سے اپنے ہمیں پاس تھی

بہت اوسنے چاہا کہ ہووے کھڑی
کھڑی ہوتے ہوتے وہین گر پڑی

بلائین لگی لینے نجم النسا
لگی گرد پھرنے برنگ صبا

نہ گھر کی وہ رونق نہ اوسکا وہ حال
گلون سے لگا دل تلک پائمال

خواصین جو تھین باش و ناز نین
سو میلی کچیلی کہین کی کہین

ہر اک اپنے عالم مین کھو تو دنگ
اوڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ

غم آلودہ ہر ایک زار و نزار
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار

چمن سارے ویران ہین ٹہہ پڑی
شجر گل کے اک جہاڑ مین گر گئے

نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حواس
ضعیف و نحیف و پریشان اُداس

ولیکن محل مین پڑی جب یہ دہوم
کیا مثل پروانہ اوسپر ہجوم

کوئی غنچے کیطرح کہلنے لگی
کوئی دوڑ کر اوس سے ملنے لگی

کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
ادہر سے کوئی اور ادہر سے کوئی

ہوا سر پہ اوسکے زبس اژدحام
لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام

وہ انبوہ جب کچھ ہوا برطرف
تو پھر دیکھ نجم النسا کی طرف

چلو چلکے آرام ٹک کیجیے
کہا اک تم سے کہنا ہے سن لیجیے

یہ سن ایکدم تو وہ غش کر گئی
کہے تو کہ حیرت مین آ مر گئی

کہا مجکو سوگند اس جان کی
غلط کہنے والی ہین قربان کی

کہا کیونکر لائی کہا اس طرح
وہ سب کہدیا حال تھا جس طرح

کہا پھر وہ دونون کہان ہین کہا
درختون مین اونکو رکھا ہے چھپا

مگر ایک آ پڑی ہے بے بسی
کہ مین تیری خاطر بلا مین پھنسی

یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا
کہا کیون اوڑاتی ہے نجم النسا

چل اب چوچلے بس زیادہ نہ کر
انھین جا کے جلدی لے آ تو ادھر

کہا بار غم سے افاقت نہین
اری کیا کرون مجھ مین طاقت نہین

اُسے شاہزادی کا تھا حال یاد
جو دیکھا تو یان اُس سے کچھ ہے زیاد

پڑی ہے سارے بدوا وحشت دیوار و در
محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر

نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست
جو چالاک تھی ہنگئی وہ بھی سست

نہ آپس مین چہلین وہ چہچہے
نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے

جو بیٹھین تو رونا جو اٹھین تو غم
غرض بیٹھتے اوٹھتے اوسپر ستم

جو خود ہی تو حیران و بیمار سی
کہ جون زرد شیشے کی ہو آرسی

یہ کہہ اسکا احوال نجم النسا
جلی شمع کیطرح آنسو بہا

سنی ایک نے ایک سے یہ خبر
مبارک سلامت ہوئی یکدگر

لگے کوئی صدقے کے لانے لگی
کوئی سر سے رولی چھوانے لگی

حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
لگی کرنے آپس مین چرچا کوئی

کہا بی بیو کل کہونگی مین حال
کہ اب آہ کی ماندگی ہے کمال

کہا شاہزادی تو آتی نہین
ادھر اپنی تشریف لاتی نہین

گئی جبکہ خلوت مین بدر منیر
کہا مین لے آئی ترا بے نظیر

تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہے یہ
دیا چھیڑنے کو مری کچھ ہے یہ

نشاط و خوشی کی خبر یک بیک
نہین منہ پہ کہہ بیٹھتے بیدھڑک

ترا قیدی لا کر چھوڑ لائی ہون
اور اک اور بندہ ہوا اوڑا لائی ہون

عجب وقت مین پہنچ گئی تھی جدا
کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا

سو اب ایک کو تو لی آتی ہون مین
ہوا دوسرے کو بتاتی ہون مین

اری ایک ہی تو بڑی قہر ہے
کہین تو ہی آ مر کہین زہر ہے

کہا پھر پریزاد کے روبرو
بغیر از کسی کے رہی ہوگی تو

کہا وہ تو ایسا دوانا نہیں
وہ اس بات کو کیا کہے گا نہیں

اگر دل میں کچھ تیرے وسواس ہے
نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہے

ذرا پوچھ لیجیو تو اس بات کو
کہ وہ روبرو آ سکے ہو یا نہو

یہ سن کر شتابی گئی وہ نگار
لیا جا کے آہستہ اونکو پکار

چھپائی ہوئے لا بٹھایا وہاں
وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکاں

پھر اس سے یہ پوچھا کہ اے بینظیر
کہے تو چلی آئے بدر منیر

کہا خیر ہے تجھکو رشک چمن
چھپے ہے کہیں بھائی سے بھی بہن

مرا جان و مال اس پہ قربان ہے
کہ اس کے سبب سے مری جان ہے

مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا
مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا

داستان بینظیر اور بدر منیر کے ملنے کی اور اوس کے باپ کو بیاہ کی رقعہ لکھنے میں

مری منہ سے ساقی پلا دے شراب
کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب

یہ سن سن کے باتیں وہ پردہ نشین
چلی آئی وان ناز سے نازنین

حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس
پھر آئے گئے اسکو ہوش و حواس

نظر سے نظر جو ملی ایک بار
کیے چشم نے لعل و گوہر نثار

ادھر چشم خونیں ادھر چشم نم
اسے اسکا غم اور اسے اسکا غم

نہ وہ رنگ اس کا نہ وہ اسکا حال
تن زار زرد اور رخ لال لال

بہم وہ خزان دیدہ گلزار سے
ملے جیسے بیمار بیمار سے

عجب صحبت آپس میں اس دم ہوئی
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

سر شک محبت بہانے لگے
اپنے احوال پر حیف کھانے لگے

اور اک طرف کو شاہزادہ نڈھال
لگا رونے آنکھوں پہ رکھ کر رومال

وہ مجروح دل تھی جو بدر منیر
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر

چھپا منہ کو اس طرف ہو نازنین
لگی کرنے تر دامن و آستین

پڑی غم کی باتیں جو آ درمیاں
یہ روئی کہ لگ گئیں ہچکیاں

غرض دیر تک ملکے روتے رہے
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے

رخ زرد پر اشک گلگوں بہا
بہار و خزاں کو کیا ایک جا

کلیجوں پہ جو داغ تھے بیشمار
سو آنکھوں سے انکی دکھائی بہار

پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر
لگی کہنے سنتی ہے بدر منیر

کیا چاہتی ہے تو اب تہر کیا
زیادہ نہ لب اپنی الفت جتا

مگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم

ذرا تن میں نے دی اسکی توان
ابھی اسکو دینگی طاقت کہاں

یہ مردہ سا لائی ہوں میں اس لیے
کہ جیسے ہو تیرے شتابی جیے

وہاں میں نے اسکی نہیں کی دوا
کہ ہے خانہ یار دار الشفا

لے آئی ہوں اسکو محبت کی راہ
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی چاہ

اسے وصل کی اپنی دارو پلا
کسی طرح اس نیم جاں کو جلا

بس اب کچھ خوشی کی کر گفتگو
خدا پھر نہ تجھکو رولائے کبھو

نہیں خوش نما پاس آئے ہوئے
رہیں دور جب منہ بٹھائے ہوئے

یہ سن ہنس پڑی سب وہ آپس میں مل
پڑیں جسطرح پھول گلشن میں کھل

بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
اور ہنسنے لگے دل سے عیش و نشاط

شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
پھر آخر کو وہ دو جدا ہو گئے
الگ ہو کر لیٹی جو وہ ماہرو
کہا شاہزادی نے احوال سب
نہ پوچھا کوئی میرا فریادرس
محبت نے یہ چاشنی اور دی
عجب طرح سے زیست کرتا رہا
دیا شاہزادی نے رو رو جواب
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے ایک
میں ہر چند چاہا کروں جستجو بات
عجب اسگھڑی مجھپہ گذرا قلق
نہ دیتا تھا کوئی تیری خبر
یہ کہتی میں کس سے یہ درد نہان
اسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار
پھر آگئے تو معلوم ہی تمکو سب
جو ملتے ہیں بچھڑے ہوے ایک جا
کٹی رات حرف و حکایات میں
چھپا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب
لیے روز کو ساتھ آنے لگا
گیا عقدۂ صبح اسدم جو کھل
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار

تکلف سے پھر اک کے آگے دھرا
الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
کنوئیں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
تڑپتا رہا دل بہ رنگ جرس
کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی
تری جان سے دور مرتا رہا
کہ میں نے بھی اک شب دیکھا تھا خواب
اور اس دشت و بر میں ان ہے کنوسا ایک
دلے کی گئی وان کچھ مجھسے بات
کہ دل اور جگر ہو گیا میل شق
دلے تھا تری غم سے دلکو اثر
شب و روز جلتی تھی میں شمع سان
کہ کیونکر ملاویگا پروردگار
کہ ہم تم ملے پھر اسی کے سبب
انہیں نیند باتوں میں آتی ہی کیا
سحر ہو گئی بات کی بات میں
اوٹھا بستر خواب سے آفتاب
وہ سوتونکو شب کے جگانے لگا
نکل آئے ادھر اور ادھر سے وہ گل
چمن میں نئے سر سے آئی بہار

عجب چہل سے سب نے اپس میں ملے
اٹھائی تھے جو جو کہ رنج و ملال
وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال
کہ یون میں نذیر سے میں ڈوبا گیا
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
زمین سے نکلنے کی کب آس تھی
خدا ہی نے تجھہ سے ملایا مجھے
تری داغ کی دلمیں جو بو گئی
سدا اوس سے آتی ہے بدر منیر
مری جان گو اسطرف ڈہل گئی
اسی دن سے یہ حال پونہچا مرا
گذرتا تھا وان تجھپہ جو صبح و شام
عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں
مری شکل پر رو کے نجم النسا
یہ آپس میں کہہ حال دل رو اٹھی
پر بیزاد نجم النسا وان جدی
شب وصل کی جو سحر ہو گئی
صبوحی کو اوٹھتا ہی جیسے وہ ام
ہوا چشم داجب وہ مژگان راز
اوٹھی جبکہ آپس میں گلفام وہ
وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا

کیا نوش حسب تمنائے دل
ہوئی اس مزے میں وہ خواب و خیال
لگے رونے آنکھو نپہ دھر کر رومال
کنوئیں میں تن اپنا ڈبویا گیا
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
فلک کی مجھے ہاتھ سے یاس تھی
اوٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
میں اک رات روتی ہوئی سو گئی
ادھر آ کہ یاں قید ہے بےنظیر
اسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
وہ اندھیر تھا مجھپہ روشن تمام
کہ اس زیست کرنے سے مرتی تھی میں
گئی اسطرح حال اپنا بنا
وہ کہنے کو سوئی تھی پس صبح اٹھی
الگ اپنی باتوں میں مشغول تھی
تو سوتوں کو گویا خبر ہو گئی
شراب شفق سے بھرے اپنا جام
سپید و سیہ میں ہوا امتیاز
گئے باری باری سے حمام وہ
جبھی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے / کہ الماس نکلے ہو جون کان سے
نہانے سے نکلا عجب اسکا روپ / نکل آئے بدلی سے جسطرح دھوپ
دیے آگ اُس نے لگائی یہ اور / کہ پوشاک کی سرخ لاہی کے طور
جلانے کو عاشق کی دکھلا پھبن / لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
تمامی کی سنجاف اُسپر لگا / طلائی طرح سے دیا دگدگا
اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس / تصور مین ہو سرخ جسکے تباس
بھبھوکا سا تن اور منہ کی دمک / کہ جون شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک
نکلتی وہ اٹھتی ہوئی چھاتیان / بھری اپنی جوبن مین انڈلاتیان
گلے کی صفائی وہ کرتی جھلک / تراقی کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
وہ کچھ مسی اسمین کچھ پین اللال / بھری رنگ سے قمقمے کی مثال
ملاہٹ وہ شبنمی کی اُس سے نمود / کہ جون سرخ چہرے پہ خال کبود
کہے تو کہ اپنے منہ پر نقاب / شفق مین چھپے جون مہ و آفتاب
بنت گرد اُسکے نہ کیونکر پھبے / کہ وان گو کہ و لہر کھا کھا گرے
وہ پاجامہ سبز کمخواب اور / ڈوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
جواہر سجا اپنی موقع سے کل / ترشح مین ہو جیسے نمدیدہ گل
وہ کنگھی کھینچی اور وہ ابرو کھنچی / ہر اک آن مین اپنی ہر سو کھنچی
کھجوری وہ چوٹی زری کا موباف / کہ جون دود کے بعد شعلہ ہو صاف
عروسانہ اُسنے کیا جو لباس / تو آنے لگی خوبی اُسمین باس
بنی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور / چلی آئی فیروزشہ کے حضور
پریزاد تو قتل ہی ہو گیا / کہے تو کوئی جان سے کھو گیا
حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا / ولے جی سے قربان اُسپر رہا
وہ بن ٹھن کے آپس مین رہنے لگی / بہم راز دل اپنے کہنے لگی
خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دل / لگے سبز پان بیٹھ آپس مین مل
ضیافت بہم ملکے کھانے لگے / وہ غم کھانے انکے ٹھکانے لگے
چھپے عیش و عشرت یہ کرتی رہی / یہ غیرت سے کچھ جی سے ڈرتی رہی
اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا / ولے ہجر کا غم انہین یاد تھا
یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہرو / کہ اسباب کو بھیجے ایک سو
غضب ہی جو یوہین دو بارا رہین / چھپے کب تلک آشکارا رہین
سہی ہو یہ تکلیف آرام کو / یہ ناکامیان ورنہ کس کام کو
نصیب اسطرح سے جو یاری کرین / عیان کیون نہ ہم خواستگاری کرین
جب آپس مین یہ مشورے ہو گئے / ادھر اور ادھر مل کے دو دو گئے
وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر / کچھ اک کر بہانہ وہ دونون شریر
رہین گھر مین پھر جا کے مان باپ کے / کہ دیکھین گے پھر ہم قدم آپ کے
نکل بے نظیر اور فیروزشاہ / کسی شہر مین رکھکے فوج و سپاہ
کر اسباب سب سلطنت کا درست / پھر آئے اسی جا پہ چالاک و چست
وہان کا جو تھا شاہ انجم سپاہ / جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا بے نظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری مین بدر منیر کے

کیا نامہ یون اک اُس کو رقم / کہ اے شاہ شاہان و اے فخر جم
فریدون مثال و سکندر نژاد / مراد جہان و جہان مراد

جہاں شجاعت زماں کرم / دل رستم گرد حاتم ہمم
نوازش سے اپنی کرم کیجئے / غلامی میں اپنے مجھے لیجئے
جہاں پر سے روشن کہ میں ماہ ہوں / ملکزادہ ابن ملکشاہ ہوں
بیاں سب کیا ماضی و حال کا / تجمل لکھا فوج و اموال کا
کہ جو ہو کے برعکس شرع شریف / وہ ہے اپنے مذہب میں اپنا حریف
گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام / سنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہے / پھر آخر خدا جانے کیا ننگ ہے
نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے / ہمیشہ سے عالم برومند ہے
میں وارد ہوں یاں یک بہانے غریب / لے آئے ہیں مجکو مری یاں نصیب
ہمیشہ سے ہے راہ و رسم شہاں / کہ وابستہ یونہیں ہیں کار جہاں
ہر اک مجھ سے واقف ہے برنا و پیر / کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر
جتا کر بہت عجز اور انکسار / لکھا یہ بھی اک حرف آخر کی بار
اگر مانیے غیر تو مانیے / نہیں آپ آیا ہمیں جانیے
سمجھ اسکا مضمون مسعود شاہ / کہ اتنی ہے فوج اور اتنی سپاہ
اور آخر یہی ہے زمانے کا حال / کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

جواب نامہ بے نظیر کا ملک مسعود شاہ سے

لکھا نامہ اوسکی یہ اک پر جواب / کہ عاقل کو نکتہ لگو ہے کتاب
کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا / وہ راز نہاں اپنے ہاتھوں کھلا
اگر ہم کبھی اپنے دعوی پہ آئیں / تمہاری ملک کو نہ خاطر میں لائیں
کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں / سدا ناو کاغذ کی بہتی نہیں
و بس ہمکو ہے پاس شرع رسول / سو اس واسطے کر گئے ہیں ہم قبول
اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے / دیا حکم ہم نے تمہیں آئیے
سنی یہ جو نامہ کی گفت و شنید / ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید
ہوئیں ہر طرف سے دل آزاریاں / لگی ہونے شادی کی طیاریاں
لکھا بعد حمد و ثنائے خدا / پس از نعت احمد شہ انبیا
شریعت کے عالم میں مجبور ہیں / نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں
ابھی گھر سے نکلی ہو اکثر کی طور / نہیں نیک و بد پر تمہیں اپنے غور
و لے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ / دگرنہ گھمنڈ آپکا کیا ہے یہ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید / کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
گیا ایلچی لیکے نامہ ادھر / اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر
کشادہ ہوے دل جو تھے غم سے تنگ / اسی دن سے ہونے لگے راگ رنگ
بلا شگنیوں کو تھا سال و سن / مقرر کیا یا ساعت کا دن

داستان بنیظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اوس کے تجمل میں

کدھر ہے تو اے ساقی گلبدن / وہی آج اس شعر کی لگن
بلا مطرباں خوش آواز کو / کہ آویں لئے اپنے سب ساز کو

وہ اسباب شادی کا طیار ہو
مگر نہ پھر جس کی تکرار ہو

محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
بجے شادیانے بہم ایک بار

وہ دولہا کے اُٹھتے ہی اک غل پڑا
لگا دیکھنے اُٹھ کے چھوٹا بڑا

لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
ارے رتھ شتابی مری لائیو

کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار

سپر اور قبضے کھڑکنے لگے
سواروں کے گھوڑے ٹھرکنے لگے

وہ شہنائیوں کی شہانی دھنیں
جنھیں گوش زہرہ مفصل سُنیں

وہ طبلوں کا بجنا اور اونکی صدا
یہ گانا کہ اچھا بنا لاڈلا

ٹھمک کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل
ہما کے وہ دونوں طرف مورچھل

دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے
پتنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے

چراغوں کے ترپولیے جا بجا
اور ادھر وہ بازاریوں کی صدا

تماشائیوں کا عجب اک ہجوم
پتنگے گریں جوں چراغاں پہ جھوم

براتی ادھر اور اُدھر جوق جوق
وہ آواز قرنا وہ آواز بوق

وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے
وہ ہاتھی کہ وہ دیو تھے جنگ کے

دو رستہ برابر برابر وہ تخت
کسی پہ کنول اور کسی پہ درخت

جہاں تک نظر آوے اُنکی قطار
طلسمات کی سی ہوئی ابر بہار

اُڑایا ستاروں کو جو آگ نے
تو ہاتھی لگے بن سلے بھاگنے

دھواں چھپ گیا اوریں نور ہو
سیاہی اُڑی شب کی کافور ہو

زری پوش سردار با یکدگر
پھریں برق کی طرح ادھر اُدھر

جب آئی وہ دولہن کے گھر پر برات
کہوں اونکی عالم کی کیا تجھ سے بات

کھڑی بادلوں کے وہ خیمے بلند
کریں عالم نور جسکو پسند

بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
چلا بیاہنے وہ مہِ شب فروز

کروں اُس تجمل کو کیونکر عیاں
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان

کوئی دوڑ گھوڑے ڈنکی لانے لگا
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا

کسی نے کسی کو پکارا کہیں
نہ لانے پہ میانے کی مارا کہیں

جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں

لگو سے وہ نوبت کا اور اُنکی بعد
گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد

ہزاروں تماشے کے تخت رواں
اور اہل نشاط آئینہ جلوہ کناں

وہ نوشے کا گھوڑے پہ ہونا سوار
وہ موتی کا سہرا جواہر نگار

وہ فانوسیں آگے زمرد نگار
کہ ہو سبز مینا جنہوں پر نثار

ہوا دل جو روشن چراغاں سے
پڑھے شعر نوری کے دیوان کے

کوئی پان بیچے کھلونے کوئی
کوئی وال موٹھ اور سنکو کوئی

کھڑکنا وہ نوبت کا باجوں کی تھت
گرجنا وہ دھونسوں کا ڈنکوں کی تھت

وہ کالی پیادوں اور اُنکی نفیر
کہ تا چرخ پونچے صدا اُنکی [illegible]

وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینی کے جھاڑ
کہے تو کہ تنکے سے اوجھل پہاڑ

وہ رنگین کنول اور وہ شمع چراغ
کھلے جس طرح لالہ نو رباغ

اناروں کا دغنا چھٹنے کا زور
ستاروں کا ٹٹنا پٹاخوں کا شور

وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار

سراسر وہ ہر طرف مشعل کی جھاڑ
کہ جوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ

کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
زمین و زمان بھر گیا نور سے

ہوا اونکی صحبت کی رشک بہشت
دھرے کے لخلخے گرد عنبر سرشت

عجب مسند اک جگمگی اور فرش
تمامی کے عالم کا یہ کو رفرش

بلوریں وہ بھری شمعدان بیشمار — چڑھیں موم کی بتیاں جا بجا ہر چار
نئے رنگ کے اور نئے طور کے — دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس — ملے ایک سے ایک سب پیش و پس
دو زانو زری پوش بیٹھے تمام — شراب خوشی کے کئے نوش جام

وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا — برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا
طوائف کا اٹھنا اک انداز سے — دکھانی وہ اکھوتیں ناز سے

کروں آگے اور ناچ کا کیا بیان — قدیمی کسی وقت کا سا سمان
وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل — جمانا کھڑے راگ کا دیکے دل

وہ ایمن کی تانیں ادھر اور ادھر — ملے سر طنبوروں کے با کید گر
اور اس صف سے اک چھوکری کا نکل — جتانا ہنر اپنا پہلے پہل

اولٹنا وہ ٹھوکر کو دے دیکے تال — وہ بوٹا سا قد اور گھروں کی چال
کبھی پیرملوں کی دکھاتی ادا — کہ جوں ٹوٹ کر ہووے بجلی ہوا

کبھی گت بھری ناچنا دو بدو — کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے
ادھر سے تو یہ گت وہ رکی یہ بہاؤ — ادھر اوٹ میں نایکہ کا بناؤ

کھڑے ہو کے وہ گھونٹ حقے کے لے — چبا پان اور رنگ ہونٹوں پہ دے
انگوٹھے کے لی سامنے آرسی — وہ صورت کو دیکھ اپنی گلنار سی

اولٹ آستیں اور سرکے چاک — نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک
بنا کنگھی اور کرکے ابرو درست — جھٹک دامن اور ہوکے چالاک و چست

ڈوپٹے کو سر پر اولٹ اور سنبھل — لگا ایک وہ صف چیر آنا نکل
پکڑ کان اور گھنگروں کو اوٹھا — پہن پانوں میں اپنے سر سے چھوا

ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ — چلی ناچتی آنا سنگت کے ساتھ
فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک — لجائی ہوئی چاند سی صورت ایک

کبھی ناچنا اور گانا کبھی — رجھانا کبھی اور رتبانا کبھی
خوش آواز یوں بیچ وہ گانا خیال — دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ — وہ جی کی خوشی اور وہ لکی ترنگ
وہ پھولوں کی گہنے کنارہ کے تار — وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار

وہ پیڑوں کے بتے پڑے ہر طرف — غم دل جسے دیکھ ہو بر طرف
اودھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ لاگ — محل میں ادھر ٹولیاں اور سہاگ

وہ گھر لیسے شادی مبارک وہ ہو — وہ لڈو نے سلونی وہ میٹھے بول
اچھرتے کی وان سمدھنوں کی پھبن — کھلیں پھول جیسے چمن در چمن

گلے میں پہننا وہ ہنس ہنس کے ہار — سٹاسٹ وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار
دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ — وہ آپس کی رہ چھیڑ آپس کے چاؤ

تھائی ہنسی شور و غل تالیاں — سہانی سہانی نئی گالیاں
غرض کیا لکھوں تاب مجھ میں نہیں — نہ دیکھے گا عالم کوئی یہ کہیں

داستان نکاح ہونا بینظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شادی نجم النسا کی پریزادی اور رخصت ہونا آپس میں

جھکا یوں نشے میں مہت سا قیا — مجھے بدلے اس بھر کی شربت پلا
کسی پرینہ ایسا ہو جو بار ہوں — کہ پھر میں گلے کا تری ہار ہوں

ہوا جب نکاح اور ٹھہر یار یاں — پلا سب کو شربت دئے ہار پان
اوٹھا پھر تو نوشاہ بعد از نکاح — محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح

چلا یوں وہ نوشاہ دلہن کی طرف — اڑے جیسے بلبل چمن کی طرف
وہاں تک پہونچنے ہوئی کیا کہوں — ہوئی ہاتھ لگے بلا کہہ بہر شگون

ہوا لیکن اُس وقت دونا مزا
کہ دولہا دولہن جب ہوا ایک جا

ملا سُرخ جوڑی پہ عطرِ سہاگ
کھلے دل کے آپس مین دونون کے بھاگ

نہ تھا وصل اسطرح کا دھیان مین
خدا نے کیا اُنکی آن مین

وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم
وہ آپس مین دولہا دولہن کے رسوم

سہاگا گئی کان کو کوئی لگا
گئی کوئی دولہن کی جوتی چھپا

چٹائی نبات اُسکو اُس گہات سے
کہ ڈہکا دیا ہر گھڑی بات سے

اوٹھالی ڈلی اُسکی آنکھون سے یون
کرین نوش بادام شیرین کو جون

کمر سے اُٹھالی ڈلی اسطرح
کہ ہان ہون نہین کی نہین جسطرح

یہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار
وگرنہ دل اُس کے پاؤن پہ تھا نثار

وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم

گھڑی سب کا لاچار مُنہ دیکھنا
کہ یا رب یہ کیا ہی جہان بیٹھنا

نکلتے وہ جانا محل سے جہیز
کہ جون چشم سے اشک ہو موج خیز

وہ جو دردمندی کے ہین آشنا
وہ شادی کا لیتی ہین غم سے مزا

چلے لیکے چنڈول جس دم کہار
کیا دو طرف سے زر و سیم نثار

اِدھر اور اُدھر اپنی جہیز کو جیر
وہ اک چاند سا مُنہ دکھاتی نظر

دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان
لیے ساتھ ساتھ اپنے نوبت نشان

پھر آ گھر کو اپنی قدم با قدم
سواری لگا گھر مین آ اُترا صنم

ہوئی وہ جو ہوتی ہی رسم و رسوم
کہ ظاہر مین تھی جتنی درکار دھوم

وہ نجم النسا تھی جو دخترِ وزیر
گیا اُسکے والد کنے بی نظیر

سو مین تجھ سے رکھتا ہون اک التجا
کہ تو اُسکو فرزند مین اپنی لا

پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ
دیا اُسکو نجم النسا سے بیاہ

عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس
وہ مہندی سوہانی وہ پھولونکی باس

دکہا مصحف اور آرسی کو نکال
دھرا بیچ مین سر پہ آنچل کو ڈال

عجب قدرتِ حق نمایان ہوئی
جسے آرسی دیکھ حیران ہوئی

کسی نے پسائی سرو پنج آنکر
کوئی گالیان دے گئی جان کر

وہ شیرین جو بیٹھی تھی شیرین بنی
نبات اُسکی چیٹی نبے کو بنی

زبس دل تو تھا اُسکا ہر چند بند
بھی جا ہے اُس نے چُنی کر پسند

ڈلی وہ جو ہونٹونکی تھی لب ملی
وہ مصری کی مُنہ سے اُٹھالی ڈلی

ذرا پاؤن پڑ کے اُٹھانے اوڑا
نہین اور ہان کا عجب غل پڑا

عجب طرح کی رنگ رلیان ہوئین
کہ باتین وہ مصری کی ڈلیان ہوئین

سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت
وہ دولہن کی رخصت وہ رونے کا وقت

وہ دولہن کا رو رو کے ہونا جدا
وہ مان باپ کا اور رونا جدا

بیان سے تو ہے اہلِ عرفان کو
کہ جانا ہے اکدن یونہین جان کو

وہ دولہانے دولہن کو گود مین لا
بٹھایا محافے مین آخر کو لا

کھڑے تھے جو وان چشم کو تر کیے
سو موتی اُنہون نے نچھاور کیے

سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب
کہ جون صبح ہووے بلند آفتاب

وہ پیچھے تو چنڈول مین رشکِ ماہ
اور آگے وہ خورشیدِ عالم پناہ

غرض اسطرح جب وہ دولہن کو بیاہ
لے آیا جہان اُسکی تھی عیش گاہ

اُٹھایا اُسی دھوم مین لگتے ہاتھ
پریزاد کا بیاہ چوتھی کے ساتھ

کہا باپ کو اُسکے اے خیر خواہ
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ

غرض ہر طرح کر رضامند اُسے
کیا حال پر اپنے پابند اُسے

اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے
اُسی شان سے اور اُسی اوج سے

وہی سب تجمل وہی سب حشم
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ مین اُسکی دھوم

اسیطرح اُسکو بیاہا غرض
جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض

ہوئین متصل یہ جو دو شادیان
بسین ایک جا جا آبادیان

خوشی سے لئے رخصت ہو جان و مال
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال

رضا اُن سے لیکر اُسی آن مین
گئے شاد و خرم پرستان مین

تم اس غم سے مت ہو جیو سینہ ریش
کہ ہم تم سے ملتے رہین گے ہمیش

دقیقہ نچھوڑا کسی بات مین
برابر رہی چہل و نزات مین

خدا راست لایا اُنہون کے جو کام
بر آئے دلون کے مطالب تمام

پھرے دن تو اپنے وطن کو پھرے
وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
فلک پر سے ہو مثل خورشید و ماہ

یہ اقرار چلتے ہوے کر گئے
کہ گو تم اُدھر اور ہم ایدھر گئے

تسلی وہ دیکر اُدھر کو چلے
یہ ایدھر سے لئے اپنا لشکر چلے

داستان بنظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماں باپ سے ملاقات کرنے مین

پلا ساقیا آخری ایک جام
کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام

کیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال
اور آنکھوں سے دیکھا جو بدر کمال

خبر یہ ہوئی جبکہ مان باپ کو
کیا گم اُنہون نے وہین آپ کو

لگے رونے آپس مین زار و نزار
کہا ہائے ہمکو نہین اختیار

وہ نزدیک پہونچی جب اُس شہر کے
کیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

پڑا شہر مین یک بیک پھر یہ غل
کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل

زبس دل تو تھا پاس ہی سہرا
یہ سُن ہاتھ لو پا گئی تھر تھرا

ملاوینگے ہم سے ہمارا حبیب
یہ دشمن نہین اپنا ایسے نصیب

تصویر بے نظیر کی باپ کے قدم پر گرنے کی



یہ ہوگا کوئی دشمن ملک و مال
سو مین آپ ہی ہون گرفتار حال
کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
یہ بیٹا تمہارا وہی ہے وہی
وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا ادھر
پڑی باپ پر جو یکایک نظر
گرا پانؤن پر کہہ کے یہ باپ سے
خدا نے دکھائی قدم آپ کے
اٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا
لپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا
ملے پھر تو آپسمین وہ خوب سے
کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے
ہوی شاد و خرم صغیر و کبیر
چلے لیکے نذرین امیر و وزیر
بڑی دھوم سی اور بڑی آن سے
بجاتے ہوی نوبتین شان سے
زنانی سواری اتروا کے ساتھ
پکڑ اس گل نو شگفتہ کا ہاتھ
کہ اتنے مین آگے نظر جو پڑی
تو دیکھا کہ ہے راہ مین ماں کھڑی
وہ ماں خوب بیٹے کے لگ کر گلے
یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
ہوئی جان و دل سے وہ سر پر نثار
پیا پانی ان دونو نے سر وار وار
سب آپس مین رہنے لگے مل ملا
پھر آئی چمن مین وہ گل کھلکھلا
زبس ماں باپ کو تھی سہرے کی چاہ
دوبارہ انھون نے کیا اسکا بیاہ
بنا انکی تقدیر کا جو بناؤ
لگائے اونھون نے یہ سب لکے چاؤ
محل مین عجائب ہوئے چہچہے
وہ مہر جہاں گل پھر ہوئے لہلہے
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام
وہی ناز و انداز کے اپنے کام
انھون کے جہاں مین پھرے جیسے دن
ہمارے تمہارے پھرین ایسے دن
ہوے جیسے وہ دونون شاد و ہم
رہین شہر مین اپنی آباد ہم
خوشی اسکی ہے سرو باغ مراد
رہی روشن اسکا چراغ مراد
ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
کوئی اسکا وارث تو آخر نہین
وہی لیکے جاوے یہ جھگڑا کہین
مگر یہ سنا جبکہ بیٹے کا ناون
چلا باہر تو روتا ہوا ننگے پانون
جو ہین اپنی کعبہ کو دیکھا وہان
چلا سر کے بل بے نظیر جہان
سنی یہ صدا جو ہین اس ماہ کی
تو اس غم رسیدہ نے اک آہ کی
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا
کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا
وہ گل گل شگفتہ ہو گل کیطرح
یہ گل کی طرح اور وہ بلبل کیطرح
ہمی عیش سے سبکو مستی ہوئی
نئے سر سے آباد بستی ہوئی
وہ بہولا جو تھا ہجر کے داغ مین
ہوی جا کے داخل اسی باغ مین
در آمد ہوا گھر مین سرو روان
لیے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان
بہی چشم سے آنسوؤں کی قطار
گرا ماں کے پانؤن پہ بے اختیار
ہوا اور بیٹے کو چھاتی لگا
وہ دونون کی دو ہاتھ سے لے بلا
جگر پر جو تھی درد اور غم کے داغ
بجھے وصل سے ہجر کے وہ چراغ
وہ آنکھین جو اندھی تھین بے حسن ہوئین
زمینین جو تھین خشک گلشن ہوئین
لکھون گر مین اس ماہ کی دھوم دھام
تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام
وہ جیسی کہ اس باغ مین تھی خزان
لیے آکے پھر اسمین سب گلستان
ہوا شہر پر فضل پروردگار
وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی بلبلین اور وہی بوستان
شگفتہ گل و مجمع دوستان
ملین سب کے بچھڑے الٰہی تمام
بحق محمد علیہ السلام
رہے شاد نواب عالیجناب
کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
بحق حسین و بحق حسن
رہون شاد مین بھی غلام حسن
زبس عمر کی اس کہانی مین صرف
تب ایسے یہ لکھنے مین آتی ہے حرف

جوانی مین جب ہو گیا ہون مین پیر — تب ایسے ہوی ہین سخن بے نظیر
نہین مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی — مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی

نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان — نہین مثنوی ہے یہ سحر البیان
رہیگا جہان مین مرا اس سے نام — کہ ہے یادگار جہان یہ کلام

ہر اک بات پر دلکو مین خون کیا — تب اس طرح رنگین یہ مضمون کیا
اگر واقعی غور ٹک کیجیے — صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دیجیے

غرض جسنے اسکو سنا یہ کہا — حسن آفرین مرحبا مرحبا
جو منصف سُنین گے کہین گے یہی — نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی

مری ایک مشفق ہین مرزا قتیل — کہ ہین شاہراہ سخن کے دلیل
سُنی مثنوی جب یہ مجھ سے تمام — دیا اسکی تاریخ کو انتظام

زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی — ہر اک شعر انکا ہے جون آرسی
اُنھون نے شتابی اوٹھا کر قلم — یہ تاریخ کی فارسی مین رقم

تاریخ طبعزاد مرزا قتیل

بہ تفتیش تاریخ این مثنوی — کہ گفتش حسن شاہ دہلوی
زدم غوطہ در بحر فکر رسا — کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا — برین مثنوی باد ہر دل فدا

تاریخ طبعزاد مصحفی

میان مصحفی کو جو بھایا یہ طور — انھون نے بھی کر فکر از راہ غور
کہی اسکی تاریخ یون برمحل — یہ نگارخانۂ چین ہے بے بدل ۱۱۹۹

تاریخ فخر الدین ماہر کی

سنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی — تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع طربزا دہین پا کے فرح — ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

آغاز حال مصنف

آب و رنگ گلستان سخن میر حسن طبقۂ سادات عظام سے ہے اور تحصیل علم اور فن شعر کی اسکے خاندان مین قدیم الایام سے ہی چنانچہ مقبول الکونین میر غلام حسین ضاحک والد اس بزرگوار نے عربی مین شرح ملا تک اور فارسی مین استعداد تمام بہم پہونچائی تھی اور شعر فارسی اور ہندی اور ظرافت طبعی مین بھی کہ تخلص سے ظاہر ہے اُسی کمال رسائی تھی چنانچہ یہ رباعی فارسی شاہد استعداد اُس اُستاد کے لئے آرسی ہے - رباعی

فریاد دلا کہ غمگساران رفتند — سیمین بدنان گلعذاران رفتند
چون بوی گل آمدند بر باد سوار — در خاک چو قطرہ ہای باران رفتند

اور دادا نے اسکے بھی بامداد الٰہی خوب علاوہ حاجی ہونے کے فضیلت مین خوب داد دی اور اجداد اور امجاد اُس اُستاد نے انقلاب زمانہ اور مقتضائے آب و دانہ سے ملک ہرات مسکن قدیم اپنا چھوڑ کر پرانی دہلی مین بود و باش

اختیار کی چنانچہ مصنف اُسی دہلی مین پیدا ہوا اور عہد طفلی سے شعر گوئی پر شیدا ہوا پہلے شاہجہان آباد مین مصلح غزل کے میر درد صاحب تھے اور آخر مین بعد بربادی سلطنت اُس شہر کے کہ مصنف مع والد بزرگوار فیض آباد مین آکر آباد ہوا میرزا ضیاء الدین ضیا اصلاح دیتے تھے کبھی میرزا رفیع السودا سے بھی کہ ضیا اُنکے ہم مشق تھے مشورے کا اتفاق ہوا پھر تو رفتہ رفتہ غزل و قصیدہ اور مثنوی بلکہ تمام اقسام سخنوری مین شہرۂ آفاق ہوا قصہ صلۂ مثنوی کا کہ نواب آصف الدولہ مرحوم نے ایک دوشالہ ملبوس خاص عنایت فرمایا تھا نزدیک دور مشہور ہے سبحان اللہ الیا ابر کرم سر سبزی نخل امید سے نہال نہ ہوتا فقط قسمت کا قصور ہے المختصر عہد آصفی مین اُس سلیمان اقالیم سخندانی نے بیچ غرۂ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری کے سرائے فانی سے راستہ ملک جاودانی کا لیا اور اُس گنج معانی کو عقب باغ نواب قائم علی خان بہادر واقع محلہ مفتی گنج من محلات بیت السلطنت لکھنؤ مین مدفون کیا والحمد للہ العزیز الملک العلام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ الکرام واصحابہ العظام —

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ یہ مثنوی سحر البیان دلچسپ و احسن معروف بہ **مثنوی میر حسن** جسکو سرگروہ شعرائے زمن میر **حسن** دہلوی مرحوم نے زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر مین قصۂ بدر منیر کو تصنیف فرماکر پیش کیا آج تک کوئی مثنوی اردو مین اس خوبی و لطافت کے ساتھہ تصنیف نہین ہوئی یہ مثنوی بہت مطابع ہندوستان مین طبع ہوچکی ہے اور دست بدست فروخت ہو گئی اب حسب اصرار و خواہش شائقین ہر ایک موقع اور محل فسانہ مین تصاویر حسب احوال عمدہ طور سے بنواکر مرتب ہوئی اور بتائید ایزدی سے مطبع **قاسمی** واقع لکھنؤ محلہ سبحان نگر مین باہتمام **قاسم علیخان** مالک مطبع بماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۱ ہجری نبوی مطابق ماہ جنوری [illegible] ل طبع ہو کر حمائل گلوے مشتاقا[illegible]

فہرست چند کتب موجودۂ مطبع قاسمی واقع لکھنؤ محلہ سبحان نگر

واضح ہو کہ ہمارے مطبع مین ہر قسم کے کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہی جسکی فہرست ۔ ر کا ٹکٹ بھیجنے سے بیڈ روانہ کیجاتی ہے اور تاجرون کو بہ نرخ تاجرانہ ہر قسم کا مال مل سکتا ہی بعض کتب کی فہرست ذیل مین درج ہی ایکروپیہ سے کم کی فرمائش کی تعمیل بعیغہ ویلو نہ کیجائیگی قیمت وصول ہونے پر البتہ فرمائش روانہ کردیجائیگی ہر شخص کو چاہئے کہ نام مع عہدہ و پتہ مع نام محلہ و موضع و ڈاکخانہ و اسٹیشن ریلوی بہت صاف اردو مین تحریر فرمادین و خرچ روانگی مال سب ذمہ خریدار ہی المشتہر قاسم علیخان تاجر کتب لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مثنوی گلشن عشق با تصویر	۱۲ر	فریاد بلبل	۱۰ر	نلدمن اردو	۱ر	طلسم ہوشربا جلد دوم	عار	ایضاً جلد دوم	۴ر
مثنوی طلسم الفت	۸ر	نغمہ معشوق	۲ر	قصہ حاتم طائی منظوم	۸ر	ایضاً جلد سوم	[illegible]	ایضاً جلد سوم	۶ر
مثنوی فریاد داغ	۴ر	بہار گلشن حصہ اول	ار	قصہ عابد شیطان	۰ر	ایضاً جلد چہارم	ہےر	طلسم نوخیز جمشیدی اول	[illegible]
مثنوی غنیمت اردو	۲ر	چمن بیخزان حصہ اول	۴ر	شیرین خسرو	۲ر	ایضاً پنجم حصہ اول	عار	ایضاً دوم	[illegible]
مثنوی گلزار نسیم چو مصرعی	۱ر	نغمہ پیری حصہ دوم	۱۰ر	لیلی مجنون [illegible]	۴ر	ایضاً پنجم حصہ دوم	عار	ایضاً سوم	عار
ایضاً واضح دو مصرعی	۰۳	نغمۂ بلبل چہک	۱ر	شاہنامہ اردو	۵ر	ایضاً ششم	ہےر	قصہ ٹھگ کامل	[illegible]
مثنوی میر حسن با تصویر	۲ر	غنچہ سہ دو	۰۱	طلسم شایان داستان	۱۰ر	ایضاً ہفتم	ہےر	آرائش محفل	۶ر
ایضاً واضح دو مصرعی	۴ر	اسلام کمنڈ اردو زبان آلہ	۴ر	امیر حمزہ نظم		بقیہ طلسم ہوشربا جلد اول	[illegible]	باغ بہار نثر	۴ر
مثنوی یوسف زلیخا اردو	۳ر	باغ و بہار نظم	۶ر	گلدستہ شجاعت		ایضاً حصہ دوم	عار	مقبول جفا	۰۱
مثنوی رموز العاشقین	ار	فسانہ عجائب نظم	۴ر	اردو سکندر نامہ	۱۲ر	صندلی نامہ دفتر ششم	عار	سنگاسن بتیسی	۳ر
مثنوی دریای تعشق	۲ر	سنہس جواہر [illegible]	۴ر	باغ عاشق قصہ		تورج نامہ جلد اول دفتر ہفتم		بیتال پچیسی	۰۲
جلوۂ عشق	[illegible]	سنہس جواہر زبان اردو	۳ر	گل صنوبر نظم	۲ر	داستان امیر حمزہ	ہےر	گل بکاولی	۳ر
اندر سبھا امانت	[illegible]	بہار دانش اردو نظم	۰۲	قصہ گلفام	[illegible]	ایضاً جلد دوم	[illegible]	طوطا کہانی	۰۲
اندر سبھا امانت سعد		ناٹک باغ و بہار	۴ر	مجموعہ قصہ سپاہی زادہ	۱۰ر	لعل نامہ جلد اول ہشتم	[illegible]	قصہ گل و صنوبر نثر	۰۱
مداری لعل	۲ر	ناٹک گلشن جانفزا	۴ر	مجموعہ [illegible] نامہ	ار	ایضاً جلد دوم	[illegible]	نورتن	۵ر
بارہ ماسہ سندر کلی	۰ر	ناٹک نور حسین ماتم مہ جبین	۱۲ر	ایجاد رنگین	ار	دفتر آفتاب شجاعت مطلق		قصہ اگر گل	۲ر
[illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	للعہ	بستان حکمت	[illegible]
[illegible]		ناٹک [illegible]	۴ر	ایضاً جلد دوم	[illegible]	طلسم [illegible]	[illegible]	گلشن جانفزا	۲ر
مجموعہ [illegible]	ار	ناٹک [illegible]	۴ر	[illegible] نامہ	[illegible]	ایضاً جلد دوم	للعہ	فسانہ نوبہار بتیرہ جلد	۴ر
واسوخت امانت	ار	لعل [illegible]		[illegible] نامہ	[illegible]	ایضاً جلد سوم	للعہ	طوطا مینا کامل ۲ جلد	۱۰ر
گلدستہ [illegible]	ار	شاہان		کوہ حاجی [illegible]	[illegible]	طلسم ہفت [illegible]	[illegible]	دیوار قہقہہ	۰۱
واسوخت قلق		[illegible]	[illegible]	بابا باختر	[illegible]	ایضاً جلد دوم	عار	ملا دو پیازہ و بیربل کے چٹکلے	ار
دیوان عزیز [illegible]	[illegible]	[illegible]	۹ر	[illegible] نامہ حصہ اول		ایضاً جلد دوم	عار	حسینون کا مذاق	۰۱
دیوان [illegible]				[illegible] جلد دوم		طلسم [illegible]	عار	ہنسنے ہنسانیکی کل	۲ر
دیوان [illegible]				[illegible]		حصہ اول	عار	اندر کا اکھاڑہ	۲ر
دیوان [illegible]									